NATIONAL PRESS URDU LITERATURE SERIES 18.

DEWAN-I-ZAUQ

BY

TALIB ALI

دیوان ذوق

از

طالب علی

ALLAHABAD

RAM NARAIN LAL

BOOKSELLER AND PUBLISHER

1929

Printed by RAMZAN ALI SHAH at the National Press, Allahabad.

گذارش

اس دیوان کا اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت ذوق اور ان کے تغزل کی نسبت پبلک بالعموم اور طبقۂ طلبا خاص طور پر صحیح رائے قائم کر سکے۔

اسمیں خاقانی ہند خان بہادر شیخ محمد ابراہیم ذوق کے ضروری حالات اور ان کے کلام کی اہم خصوصیات دکھائی گئی ہیں۔ معاصرین سے اور دور اقبل و بعد کے بعض شعراء سے دلچسپ موازنہ ہے۔

ذوق مرحوم کی غزلیں دلچسپی انتخاب سے کی ہیں اور مطالب و الفاظ بھی واضح ہیں جنکی تصحیح ذیل کے نسخوں سے مدد لی گئی ہے۔

دیوان ذوق مرتبہ حضرت آزاد مطبوعہ لاہور۔

دیوان ذوق مطبوعہ نولکشور پریس سنہ ۱۹۰۵ء۔

انتخاب دیوان ذوق مرتبہ آنریبل جسٹس ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی مطبوعہ سنہ ۱۹۲۹ء

دیوان ذوق مرتبہ قمر الدین صاحب لکھنؤ سنہ ۱۹۳۲ء

موازنہ و تنقید بالکل طبع زاد ہیں صرف حالات و سوانح کی ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

(۱) آبحیات حضرت آزاد (۳) اے ہسٹری آف اردو لٹریچر بابو رام سکسینہ

(۲) دیوان ذوق مرتبہ حضرت آزاد (۴) سنہ ۱۲۶۱ھ میں دلی کا ایک مشاعرہ (رسالہ اردو سنہ ۱۹۲۷ء)

میں اس تمہید کو دو صاحبوں کے شکریہ پر ختم کرتا ہوں ایک تو حفیظ صاحب سید ہیں جنھوں نے نہایت خندہ پیشانی سے اپنی کتابیں مجھے دیں اور معقول مشورے بھی دئے دوسرے سحبان الہند علامہ کیفی چریاکوٹی ہیں جنھوں نے کامل طور پر مدد فرمائی اور بہت سے گراں قدر مشورے دئے۔

طالب الٰہ آبادی

حالات و سوانح

اگر شمس العلماء آزاد مصنف آب حیات کا بیان حرف بحرف اس لئے صحیح نہ ہو کہ انھوں نے جو کچھ لکھا جذبات استاد پرستی سے متاثر ہو کر لکھا اور وہ بیانات ہیں اور تحقیق کے رو سے معتبر نہ ہو تو حقیقت کے تسلیم کرنے میں شاید کسی کو پس و پیش نہ ہوگا کہ اردو شاعری میں ذوق کا وہی مرتبہ ہے جو فارسی میں حافظ اور جامی کا ہے

نام اور خاندان

اردو شاعری کے اس خضر راہ کا نام محمد ابراہیم تھا شیخ نسبتاً کہے جاتے تھے یا نسلاً اب تک انکے متعلق صاف طور پر معلوم نہ ہو سکا۔

خان بہادر خطاب اور خاقانی ہند لقب بادشاہ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔

ذوق کے والد کا نام محمد رمضان تھا۔ آزاد صاحب نے انکو غریب سپاہی لکھا ہے بعض تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ آزاد صاحب نے اپنے استاد ذوق کا نسب چھپانے کے لئے انکے والد کو سپاہی لکھا ہے حالانکہ آزاد صاحب کے قول سے ذوق صاحب کی شرافت نسب کی نہ تو تائید ہوئی اور نہ تردید۔

سپاہی ہونا نجابت اور شرافت کی دلیل نہیں اور نہ اس سے
رذالت اور کمظرفی کا پتہ چلتا ہے ایک روز حافظ ویران صاحب جو
ذوق کے شاگرد تھے استاد سے کہنے لگے کہ اور تو اور میاں آشفتہ
نے آپ کو نا ڈرا (حجام) کہا میں نے بھی اونکی ایسی خبر لی کی تمام
عمر یاد کرینگے۔
ذوق نے یہ سنکر کہا کہ جسکا جو جی چاہو مجھے کہے میں نے
ان سب کا جواب ایک رباعی میں دیدیا ہے۔

وہ رباعی یہ ہے

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق
ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے
اور جو تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیوں برا کہنے سے اسکے تو برا مانتا ہے

اس رباعی سے شیخ کے نسب پر کوئی روشنی نہیں پڑتی اور
نہ اس قول کی تصدیق یا تردید ہوتی ہے۔ جسکے جواب میں یہ رباعی
کہی گئی ہے۔
بہرحال شیخ نسباً جو کچھ ہوں لیکن شاعری کے آسمان
پر آفتاب بنکر چمکے فضل کمال کے لئے یہی بس ہے۔ اس کے
لئے کسی اور اضافی شئے کی ضرورت نہیں۔
شیخ کے والد شیخ رمضان نواب لطافت علی خاں کے معتمد تھے
اور دہلی میں کابلی دروازے کے پاس رہتے تھے۔

۱۱ ذوالحجہ ۱۲۰۴ھ میں شیخ ذوق پیدا ہوئے جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو حافظ غلام رسول صاحب کے مکتب میں بٹھائے گئے حافظ غلام رسول بادشاہی ملازم تھے اور شیخ رمضان کے محلہ میں رہتے تھے حافظ صاحب شاعری سے بھی شوق رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے مذاق کے مطابق شائقین ان سے اصلاح لینے آتے تھے۔

ذوق کو شاعری سے فطری مناسبت تھی اس لئے حافظ صاحب کے مکتب میں انکو اکثر شعر زبانی یاد ہو گئے تھے رفتہ رفتہ اسی دلچسپی اور مناسبت نے ان سے شعر کہلوا کر چھوڑا۔

ذوق صاحب کا بیان ہے کہ میں نے سب سے پہلے جو دو شعر لکھے تھے اُن میں سے ایک حمد میں تھا دوسرا نعت میں۔ ذوق صاحب کے ہم سبق اور ہم مکتب میر کاظم حسین صاحب بیقرار تھے ان کا ذہن بھی رسا تھا اور وہ بھی حافظ جی سے اصلاح لیتے تھے۔

ایک روز انھوں نے اپنی ایک غزل ذوق کو سنائی ذوق نے کہا اس غزل میں آپ نے خوب خوب شعر نکالے ہیں

بیقرار نے کہا کہ میں نے شاہ نصیر سے اصلاح لی ہے یہ معلوم کر کے ذوق کو شاہ نصیر کی خدمت میں حاضر ہونے اور اصلاح لینے کا شوق پیدا ہوا۔

ذوق کی طبع سلیم کو سیدھی راہ اور ماہر رہنما مل گیا تو اُن کی رفتار شوق و مناسبت روز بروز آگے بڑھتی گئی بعض غزلیں شاہ صاحب نے اصلاح کئے بغیر واپس کر دیں اس طرف شاعری کی طرح شیخ نے علوم کی تکمیل میں بھی اپنی ذہانت کا پورا ثبوت دیا۔

شیخ ذوق کو ان کے استاد شاہ نصیر جب مطمئن نہ کر سکے یا انہیں منہ چھپانے لگے شاید اسلئے کہ ان کو اس ہونہار شاگرد کی طبیعت میں اپنی شہرت کا حجاب نظر آنے لگا۔ تو ذوق صاحب بھی ان سے بے نیاز ہو گئے آخر وقت تک استاد کی تعظیم و تکریم میں کوئی فرو گذاشت نہیں کی۔ ذوق کی طبع سلیم اور خداداد مناسبت کا ثبوت دیکھنا ہو تو ان کی ابتدائی غزلیں دیکھنی چاہئے چند غزلوں کے بعض اشعار اس سلسلہ میں درج کئے جاتے ہیں مثلاً۔

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا
ہے حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا 〃 〃
بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا 〃 〃
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

پسندیدہ شعروں کی یہ غزل ہے جو بچپن کی روانی کا نمونہ ہے اگرچہ اس پر شیخ نے نظر ثانی نہیں کی۔

ذیل کی غزلیں بھی بالکل ابتدائی ہیں۔

جل اٹھا شمع نمط تار رگ جاں میرا
آہ دشمن نہ ہوا کاش یہ احسان میرا
چاک دیکھے جو لب زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمکداں میرا

اس غزل میں بھی تسلسل شعر ہیں شروع سے آخر تک ایک ہی رنگ ہے۔

(۳)

یہ غزل بھی بالکل ابتدائی کی ہے

ان سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا
وہ جو پوچھیں تو تم بھی سے کہہ جانا اچھا
تم سے دشمن ہی جو اپنا ہمیں جانا اچھا
یار نادان سے تو ہے دشمن دانا اچھا

(۴)

اس غزل پر نظر ثانی نہیں ہوئی ابتدا کا کلام ہے اصلی رنگ میں ہے۔

مثل دل اور اشک تر دونوں بہم دونوں جدا
ہیں رواں اور ہمسفر دونوں بہم دونوں جدا
مثل عکس و آئینہ تیرا خیال اور میرا دل
آئینے میں ہیں مگر دونوں بہم دونوں جدا

(۵)

ذیل کا مطلع اس غزل کا ہے جس پر شاہ نصیر سے قطع تعلق ہو گیا تھا۔

ہر گام پر رکھے ہے وہ بیہوش نقش پا
ہوتا ہے نا شناس ہمہ تن آغوش نقش پا

اسی ردیف اور قافیہ میں سودا کی غزل ہے ذوق نے اس سنگلاخ زمین کو آب رواں بنا کر استاد سے داد چاہی تھی۔ استاد نے سودا کی کو دیوان سے نکال کر غزل پھینک دی اور کہا کہ

اب تم استادوں کا مقابلہ کرنے لگے۔

اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے ولیعہد بہادر شاہ کو شعر و شاعری سے عشق تھا ظفر تخلص کرتے تھے شاہ ظفر پہلے شاہ نصیر سے اصلاح لیتے رہے شاہ نصیر جب دکن چلے گئے تو میر کاظم حسین بیقرار میر منشی ہوئے میر صاحب بھی کچھ دنوں کے بعد ملازمت کے سلسلے میں دہلی سے باہر چلے گئے شیخ ذوق کی رسائی ولیعہد تک ہو چکی تھی اس لئے انکی جگہ انہوں نے لے لی۔

ولیعہد کی شاگردی نے استاد ذوق کی شہرت کو آسمان پر پہونچا دیا ۱۹ سال کی عمر میں شیخ نے اکبر شاہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جسکا مطلع یہ تھا

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن ٭ آب و ایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن

اس میں عجیب و غریب صنعتیں رکھی تھیں یہ قصیدہ بادشاہ نے اتنا پسند کیا کہ شیخ کو خاقانی ہند کا خطاب عطا کیا۔

ظفر شاہ جب مالک تخت و تاج ہوئے تو ذوق کا مرتبہ بالا سے بالاتر ہو گیا جو تنخواہ ولیعہد کے زمانے میں ۴ روپیہ ماہوار تھی وہ تیس روپیہ ہو گئی اور رفتہ رفتہ سو روپیہ تک پہونچ گئی۔

شیخ عید نوروز کے موقع پر قصیدہ پیش کرتے تھے ان پر ان کو کافی انعام ملتا تھا ایک بار بادشاہ بیماری سے صحت یاب ہوئے جشن صحت کے موقع پر ذوق نے قصیدہ پیش کیا اس پر خان بہادری کے خطاب کے ساتھ بھاری خلعت اور ہاتھی عطا ہوا جسپر نقرئی ہودج تھا۔

ایک قصیدہ اور پیش کیا گیا جس کا مطلع یہ تھا۔

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خواب راحت
نشۂ علم میں سرمست غرور و نخوت

اس پر ان کو بادشاہ نے ایک گاؤں عطا کیا۔

شیخ ذوق میانہ قد اور متوسط بدن کے آدمی تھے رنگ سانولا تھا چہرہ پر چیچک کے داغ کثرت سے تھے مشہور ہے کہ ان کو دو مرتبہ چیچک نکلی تھی آنکھیں روشن تھیں نگاہوں میں خاص قسم کی تیزی تھی نقشہ گھڑا۔ بدن میں چستی چالاکی رفتار میں تیزی تھی۔

سفید کپڑے ان کو بہت پسند تھے آواز پاٹ دار اور اچھی تھی مشاعروں کے اندر جب اپنے انداز خاص میں غزل یا نظم پڑھتے تھے تو سماں بندھ جاتا تھا۔

خدا کی رحمت اور بخشش صلاحیت دیکھ کر نازل ہوتی ہے جو دو ٹکا سیم و زر کے لئے مناسبت جیب و دامن کی حاجت ہے۔

شیخ کو حافظہ کی قوت بھی غیر معمولی تھی خوف خدا کا یہ عالم تھا کہ تمام عمر چڑیا تک ذبح نہ کی سانپ سے صاف بچ گئے لیکن اسکو مارا نہیں۔

صاحب تحقیق اور وسیع النظر ایسے تھے کہ اساتذہ کے ساڑھے تین سو دیوان فارسی و اردو کے دیکھ ڈالے تھے یہی وجہ تھی کہ بات بات پر اسناد و شواہد پیش کر دیتے تھے علوم شرعیہ اور تصوف میں کمال تھا ان کے قصائد اور غزلوں کے بعض اشعار سے جہاں

تلمیحات وغیرہ سے کام لیا گیا ہے وسعت نظر اور معلومات کا اندازہ ہوتا ہے حضرت امیر خسرو کے بعد ہندوستان کے اندر اردو شعرا میں ذوق کو اسکی اولیت حاصل ہے کہ اونہوں نے غزل کے مناسبت سے ترنم اور نغمہ، نجوم اور رمل میں بھی دستگاہ حاصل کی تھی پاک باطنی کی مثال اس سے مل سکتی ہے کہ ہر وضو کے بعد ایک لوٹے سے کلیاں کرتے تھے جب کوئی شخص سبب پوچھتا تو کہتے کہ زبان نے جو کچھ ہزلیات نکالا ہے اوس کی طہارت ہے وظیفہ کے بھی پابند تھے بزرگان دین سے ان کو بہت عقیدت تھی قدیم اساتذہ شعر کو ادب سے یاد کرتے تھے۔

استغنا کا رنگ اسقدر غالب تھا کہ دیوان چندو لال نے ان کو دکن بلایا تھا لیکن نہ گئے جواب میں یہ شعر لکھکر بھیج دیا۔

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

آزاد صاحب لکھتے ہیں کہ استاد ذوق نے جو غزلیں اپنے نام سے کہیں اگر ایک جا ہوتیں تو دیوان ظفر کی طرح چار ضخیم دیوان ہوتے جو مختصر دیوان رائج ہے اس کے اختصار کی وجہ یہ ہے کہ ان کا کلام غدر میں ضائع ہو گیا تاہم جو کچھ بچا بچایا سامنے ہے وہ آزاد مرحوم کا احسان ہے جنہوں نے شہر بدر ہوتے وقت سجا سجایا گھر یوں ہی چھوڑ دیا گھر بھر کے مال و دولت سے منہ موڑ لیا اور صرف اپنے استاد کا انمول کلام کاغذ کی طرح سینہ سے لگائے دل سے لپٹائے چل کھڑے ہوئے۔

اصنافِ سخن

شیخ کی غزلوں کا رنگ اگلے اور پچھلے شاعروں سے بالکل الگ ہے پہلے شیخ نے سودا کا رنگ اختیار کیا جس میں ابتدائے زمانہ کے ساتھ تغیر و تبدیل ہوتا رہا لیکن وہ رنگ آخر تک جم نہ سکا۔ اگلے شاعروں میں جرأت مصحفی انشا کی بھی تقلید کی گئی تصوف ـــــ عاملانہ نکتہ سنجی اور تلمیحات کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے مجموعی طور پر دیکھئے تو انکی غزلیں چست بندشوں مناسب الفاظ اور بے ساختہ ترکیبوں کا مرقع ہیں۔

معنوی حیثیت سے گداز، تصوف، محاورات، زبان اور مثالوں کا مجموعہ ہے یہی وجہ تھی کہ شیخ نے غزل کہی اور زبانوں پر جاری ہو گئی مثلاً

(۱) دل تو کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

(۲) یہ بھی ہوگا کہ شیشۂ دل میں بال آگیا۔

(۳) آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم آئے تھے

(۴) صدائے طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

(۵) زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔

(۶) ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

(۷) کسی بہانے سے بھی ذوق وصل شام کرو۔

(۸) یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

(۹) حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے۔

(۱۰) چھوٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

ان تمام مصرعوں میں مثلیں بندھ ہو گئی ہیں لیکن کلام کی شیرینی دیکھئے کہ مثلیں مصرعوں میں ڈھل کر زبان زد ہو گئیں ہیں ان کے مقابلہ میں مثلوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔

ان کی غزلوں کی خصوصیات کبھی دیکھنا ہو تو اس طرح شمار کیجئے۔

صفائے بیان۔ زور سخن۔ سادگی۔ محاوروں کی بندشیں۔ معنی آفرینی۔ معمولی الفاظ میں بلند سے بلند بات کہہ جاتا۔ درد اور تاثیر۔ تکرار غور سے دیکھئے تو ذوق اپنی جگہ پر ناسخ اور آتش کبھی ہیں میر و سودا کبھی مصحفی و انشا کبھی جراءت اور درد کبھی ۔۔

یہ خصوصیت ان کے بعد کسی کو نصیب نہ ہوئی کہ جو لفظ جہاں رکھ دیا ہے اسکو کوئی شخص ہٹا نہیں سکتا لیکن اسی مضمون کو اگر نثر میں بیان کیجئے تو کبھی مختصر درکار ہوں لفظ کو نثر کر دیجئے تو سارا [illegible] جاتا رہے۔

نہج الفاظ کی بندش اور استعارات و تشبیہات کے مقابلہ میں مضمون کی خوبیوں کو ضائع نہ کرنے کے شوق سے سخت زمین اور قافیہ ایسی سہولت اور روانی سے استعمال ہوئے ہیں کہ دل سے بے ساختہ داد نکل جاتی ہے۔ جہاں کہیں لفظی صنعتوں کا خیال کیا ہے وہاں بھی بے ساختگی کو ہاتھوں سے جانے نہیں دیا مثلاً

کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے سو ہٹے لہو میرا

اس شعر میں گلو خنجر قاتل سے لپٹنے کو کس انداز سے کہا

ہے لہو پینے کا محاورہ کسطرح ادا ہوا ہے باوجود رعایت لفظی شعر معنوی حیثیت سے کس مرتبہ پر پہنچ گیا اہل نظر سمجھ سکتے ہیں۔

دوسرا شعر

آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی

جبکہ عاصی عرق شرم میں تر جائینگے

اس قسم کے اکثر اشعار ہیں۔

ذوق نے جہاں اساتذہ کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں ان کا رنگ بھی دیکھئے کہ ان سے علیحدہ معلوم نہیں ہوتا۔ ناسخ کہتے ہیں۔

میرا رقیب کشتہ ہے ابروئے یار کا

طعمہ ہوا ہے خون شقی ذوالفقار کا

ذوق نے کہا ہے

میں جو شہید ہوں لب خنداں یار کا

کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ناسخ۔

شورش اپنے داغ میں بھی ہے بہ رنگ آفتاب

چاہیے جز آسماں ہر اک نہیں ہے کا نور کا

ذوق۔

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہری کا تری

پیشتر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا

ناسخ۔

تو نہیں ساقی تو میخانہ میں اک برپا ہے حشر   شیشے میں نظر آتا ہے نقشہ صور کا

ذوق

گر تیرے فریادیوں کے نامۂ پیچیدہ کو
لب پہ رکھکر پھونک دے پیدا ہو نالہ صور کا

ذوق کے کمال کی قدرت ہے کہ ان کے اشعار میں ناسخ کی روح بول رہی ہے

اب آتش کا رنگ ملاحظہ فرمائے -

آتش نے کہا ہے

وہ کافر ہے جو مشتاق ہے تیر بلا کے کشتوں کا
کفن سے خاک سے لقد و تماشہ شاد کرتے ہیں

ذوق کہتے ہیں

قد موزوں جاناں جب چمن میں یاد کرتے ہیں
تو پہروں بیٹھ کر نالے تہِ شمشاد کرتے ہیں

ناسخ کا شعر مطلع ہے جس پر ناسخ ہی بجا طور تک ناز کرتے ہے

مرتبہ کم حسرتِ صد شعلہ میں ہمارا ہو گیا
آفتاب اتنا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا

ذوق کی بلندی اس تارے میں دیکھئے -

نام لیوا بھی نہیں پالا تو ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا

غور کیجئے دونوں تاروں میں کیا فرق ہے اور کس کا تارا زیادہ بلند ہے -

سودا کی غزل پر غزل کہتے ہیں -

سودا -

ٹوٹے تری نگہ سے اگر دل حباب کا
پانی بھی پھر پئیں تو مزا ہے شراب کا

دو شخص تیرے فیصلے کو ہے لئے منکر و نکیر
لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

تھا کس کے دل کو کشمکش عشق کا دماغ
یارب برا ہو دیدۂ خانہ خراب کا

قطرہ گرا تھا جو کہ مرے اشک گرم کا
دریا میں ہے ہنوز پھپھولا حباب کا

ذوق

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا

اس بحر بے قراری بسمل سے کم نہیں
سینہ مزار عاشق پر اضطراب کا

اے آفتاب تیرے رخ تابناک سے
کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں شوق ضبط کا
موج دخاں سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

آتش کی غزل پر طبع آزمائی کرتے تھے

آتش

زخم دل بھرتا ہے جلوہ چہرۂ پر نور کا
چاندنی میں پالنا اثر ہے مرہم کافور کا

سختی ایام ہے میرے لئے سامان عیش
خشت بالیں کو سمجھتا ہوں پیالہ فغفور کا

کیسے داغ دل سے محشر میں ملایا جائیگا
روز اک خورشید کو ملتا ہے خلعت نور کا

میرے یوسف سے زمین و آسماں کا فرق ہے
خاک کا پتلا ہے یوسف یار پتلا نور کا

ذوق

شوق نظارہ ہے جب سے اس رخ پر نور کا
ہے مرا مرغ نظر پروانہ شمع طور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مست ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

حق تو یہ ہے یہ انا نیت عجب غماز ہے
قصہ پہونچایا زبانِ دار پر منصور کا

عشق نے ڈالی تھی جب قصرِ محبت کی بنا
لکھ دیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

اس غزل پر ناسخ کی بھی غزل ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے اسطرح گویا ذوق نے ناسخ اور آتش کی غزلوں پر طبع آزمائی کی ایک ہی غزل میں دونوں کا رنگ پیدا کیا اس لئے جب یہ غزل لکھنؤ پہونچی تو اہل فن نے بہت داد دی

اس کے بعد ذوق کو ان کے معاصرین سے مقابلہ کرکے دیکھئے کہ وہ کس چیز میں ان سے بالکل الگ معلوم ہوتے ہیں۔

ذوق کہتے ہیں۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آکے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا اسے کیا اضطراب میں

ہے بادہ غور گی میں ہوا ذوق جوں سوپنے
کی تو بہ سے دفوف نے ناحق شباب میں

ذوق کی اس غزل میں صرف اتنے ہی شعر ہیں۔ ان کے

معاصرین نے دو غزلہ اور سہ غزلہ کہا ہے ان میں سے صرف وہ اشعار لئے گئے ہیں جو ان قوافی میں ہیں۔

غالب -

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھینگے جواب میں
میں اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے
جاں نذر دینی بھول گیا اضطراب میں

شباب کے قافیہ میں غالب کا کوئی شعر نہیں حالانکہ دو غزلہ ہے

مومن

کہتے ہو تم کہ ہوں میں نہیں اضطراب میں — سارے گلے تمام ہوے اک جواب میں
بے نالہ منہ سے چھوٹتے ہیں بے گریہ آنکھ سے — اجزائے دل کا حال نہ پوچھ اضطراب میں
ناکامیوں سے کام رہا عمر بھر ہمیں — پیری میں یاس ہے جو ہوس تھی شباب میں

مومن نے بھی دو غزلہ لکھا ہے

شیفتہ

پوچھی جو ہم نے وجہ ملاقات مدعی — اک عمر ہو گئی یونہیں فکر جواب میں
اوس نے دمِ وداع کئے عہد التفات — افسوس میں نے کچھ نہ سنا اضطراب میں
مرنیکے بعد بھی کہیں شاید پتہ لگے — کھویا ہے ہم نے آپکو عہد شباب میں

شیفتہ نے اس پہ سہ غزلہ لکھا ہے

آزردہ :-

میں اور ذوق بادہ کشی لے گئیں مجھے
یہ کم نگاہیاں تری بزم شراب میں

تحقیق ہو تو جا لو کہ میں کیا ہوں قیس کیا
لکھا ہوا ہے یوں تو سبھی کچھ کتاب میں
یہ عمر اور عشق ہے آزردہ جائے شرم
حضرت یہ باتیں پھبتی ہیں عہد شباب میں

آزردہ صاحب کی پوری غزل نہ مل سکی نساخ نے صرف تین ہی شعر نقل کئے ہیں اسلئے وہ نقل کر دئے گئے تاکہ طبیعت کا موازنہ ہو جائے ایک شعراء کا ایک خاص صنعت ہے کہیں شباب کے قافیہ کا موجود ہے۔ اب اس موازنہ پر ایک ناقدانہ نظر ڈالکر دیکھ لیں کہ کس نے کیا کہا ہے اور کہاں تک نہیں کہا ہے۔

ذوق نے اضطراب اور خاموشی کا مقابلہ کر کے سوال اضطراب پر خاموشی کا جواب اسطرح ادا کیا ہے جس نے حسن و عشق ناز و نیاز کی جیتی جاگتی تصویر کھینچ دی ہے غالب نے جو کچھ کہا ہے دوسرے مصرعہ میں رفع ابہام نہ ہو سکا میں جانتا ہوں جو وہ لکھینگے جواب میں۔ کیا لکھینگے؟ عاشق و معشوق کے راز و نیاز کو صرف غالب کا دل جانتا ہے۔

مومن نے بیہوشی کو جواب بنایا ہے گویا کہ جواب لاجواب ہے شیفتہ کے معشوق نے جواب ہی نہیں دیا۔

غالب کے سوا سب کے جواب ملتے جلتے ہیں لیکن ذوق کے جواب کا جواب نہ ہو سکا۔

اسی بحر میں لکھنؤ کی روانی بھی دیکھ لیجئے۔

حضرت اسیر کہتے ہیں۔

ہے کون لاجواب زمانے میں جز خدا
تیرا دہن ہے تیری کمر کے جواب میں

دوسرا جواب دیکھئے۔

میں تو تک گیا زبان نکیرین رہ گئی
رد و بدل ہوئے یہ سوال و جواب میں

تیسرا جواب ملاحظہ ہو۔

اے کلک لکھ مقابل ہر بیت ایک بیت
تعمیر ہو سکان مکاں کے جواب میں

چوتھا جواب یہ ہے۔

پچھتا رہا ہوں خط عبث اس ترک کو لکھا
بھیجا ہے کاٹ کر سر قاصد جواب میں

دوسرے

اسی بحر ردیف اور قافیے میں اساتذہ لکھنؤ کا رنگ بھی دیکھ لیجئے۔

آتش

جب اشتیاق لکھا ہے خونخوار یار کو
قاصد کا کشتہ آیا ہے خط کے جواب میں

ناسخ نے بھی سہ غزلہ لکھا ہے ان میں جواب کا قافیہ نہیں ہے البتہ شباب اور اضطراب کو دیکھ لیجئے

سب سے زیادہ صبح ہماری ہوئی سیاہ
جو شیب میں کیا نہ کیا تھا شباب میں

دوسرا شباب

کرتا ہے اِک جہان بسر شب کو خواب میں
ہوں کیوں نہ مست بادۂ غفلت شباب میں

اضطراب کا قافیہ دیکھئے

آرام سے وہی ہے جو پھیرے خدا سے منہ
دیکھا ہے مرغ قبلہ نما اضطراب میں

امیر مینائی نے بھی اسی طرح میں طبع آزمائی کی ہے

بے قصد لکھ دیا ہے گلہ اضطراب میں
دیکھوں کہ کیا وہ لکھتے ہیں خط کے جواب میں

دوسرا جواب

قاصد ہے قول و فعل کا کیا ان کے اعتبار
پیغام کچھ کہا ہے لکھا کچھ جواب میں
منظور قید و قتل ہو جو حکم دیجئے
ہے یہ گناہگار بھی حاضر جواب میں

اضطراب میں

اے برق تو ذرا سی چمک کر ٹھہر گئی
یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں
تیر دعا نشانہ پہ کیونکر نہ بیٹھتا
کچھ زور تھا کماں سے سوا اضطراب میں

مثل نفس نہ آمد و شد سے ملا فراغ
جب تک رہی حیات رہے اضطراب میں

اس موازنہ سے جو شروع سے اب تک شعرا کی طبیعتوں کا کیا گیا ذوق کا رنگ سب سے الگ اور امتیاز کے ساتھ نمایاں معلوم ہوتا ہے

شیخ کے بعض خصوصیات کو بھی علیحدہ علیحدہ شمار کر لیجئے۔
روزمرہ کتنا بہتر ہے۔

شکر پردے ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

روزمرہ کے ساتھ مضمون آفرینی کی شان دیکھ لیجئے۔
سلاست دیکھئے۔

بس ہچکی میں مرنے کے قریب ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

ہو چکنا مرنے کے معنی ہیں۔
بے ساختگی اور بندش دیکھئے

فرقت سے تری تار نفس سینہ میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہجر میں زندگی کانٹا ہے اس کانٹے کا نکلنا بہتر ہے۔ یعنی مرنا اچھا ہے۔ زندگی کے مقابلہ میں موت کو کس طرح قابل ترجیح ثابت کیا ہے۔

ایک اور محاورہ دیکھئے۔

محفل میں شور قلقلِ مینا و مُل ہوا
لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا

قُل ہوتا ہے کسی کے بعد فاتحہ ہونے کے معنی میں آتا ہے۔
سلاست کے ساتھ مضمون آفرینی دیکھئے۔

وقت پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

کہنا یہ ہے کہ بڑھاپے میں جوانی کے خیالات یا شگفتہ [illegible] ہوتے ہیں اسکو خواب سے تشبیہ دیکر بے اصل ہونا اس طرح ثابت کر دیا ہے کہ بالکل ذہن نشین ہو گیا۔
چند لفظوں میں کیا بات کہہ دی ہے جس طرح خواب کی اصل و حقیقت واقعہ کے اعتبار سے کچھ نہیں ہے اسی طرح اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
قافیہ کا زور دیکھئے۔

[illegible]
[illegible]

اس قافیہ کا زور حضرت سعدی کی شاعری پیش کرتا ہے
بلاغت اور فصاحت دوش بدوش ہے۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

کدھر جائیں گے اسقدر پیاری اور لطافت ہے کہ اس کی [illegible]

نہیں ہو سکتی موت و حیات کا فلسفہ معمولی الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اس سے بندہ کی شان صبر و رضا خالق کے اختیار کے سامنے کیسی بے نقاب ہے؟

تقدیر کا مسئلہ کیسے انوکھے انداز میں ہے۔

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

انتہائے رنج و سکون کی اقرار ہے کیسا باریک مسئلہ ہے کتنے مختصر الفاظ میں ادا ہوا ہے

بیقراری کا سبب ہر کام کی امید ہے
نا امیدی ہو تو پھر آرام کی امید ہے

حقیقت بھی یہی ہے کہ امید اضطراب اور نا امیدی سکون کا نام ہے۔

غالب نے اس مضمون کو جا بجا مختلف اسلوب سے کہا ہے مثلاً

جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی

دوسری جگہ دوسرا اسلوب ہے:-

انتہائے ناامیدی سے ہمارا درماں ہوگا
مرگ کی آس پہ جینا شب ہجراں ہوگا

یہانتک ذوق کے تغزل کا بیان تھا۔ اسکے علاوہ شیخ صاحب قصائد میں بھی وہ شان رکھتے ہیں کہ سودا کے علاوہ اور کہیں نظر نہیں آئی۔ سودا کے مقلد ہیں لیکن کہا جا سکتا ہے کہ تقلید میں بھی ایجاد کا رنگ رکھتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ سلام یا مرثیے نہیں کہے مگر ہجو اور ظرافت سے ہمیشہ محترز رہے۔ ہندی کی راگ راگنیوں میں ظفر شاہ نے جو کچھ کہا ہے وہ ذوق ہی کا کمال ہے بے شمار ٹپے ٹھمریاں، گیت، ہولی اور نظمیں انھیں کے عالمگیر قلم کا فیض ہیں۔ مثنوی میں نامۂ جانسوز کو دیکھیے اور اعجاز کلام کی داد دیجئے۔

چاہیئے نام اس کا اے نامہ — زینت نامہ زیب سرنامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا — یا قلمدان تیرا صنعت کا
رخ قرطاس کو صفائی دی — اور سیاہی کو روشنائی دی
نمک افشاں ہے عشق شور انگیز — زخم دل کھلتے ہیں بریز بریز

رباعیاں بھی کہیں ہیں نا تمام غزلیں متفرق مطلع بھی ہیں جو زبان اردو کے جواہر پارے ہیں حاشیہ نشینوں نے غالب و ذوق کے کان بھر بھر کر دونوں کے مشہور سہروں کے مقطعوں میں ذرا سی چشمک پیدا کر دی تھی۔

غالب

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا

ذوق

جسکو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دے اسکو
دیکھ اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

سہرا اگرچہ غالب کے جواب میں لکھا گیا ہے لیکن اپنے چوکھے رنگ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا جب غالب کو خبر ہوئی تو انصاف و اخلاق کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہدیا۔

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

اس امر سے کسی منصف مزاج کو انکار نہیں کہ ذوق کے یہاں بھی ابتذال موجود ہے مگر بہت کم ہاں ان نکتہ سنجوں پر تعجب ہے جو موصوف کا یہ شعر ابتذال کے تحت میں لیتے ہیں۔

اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشک پری
بال بھی باندھے جو سنگے پر تو زلفِ حور کا

ذوق کے معاصرین

مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب بی اے نے رسالہ اردو میں شیخ کے ان معاصرین کو یکجا جمع کیا ہے جو ایک مشاعرے میں شریک ہوئے تھے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شیخ نے صفِ مردان میں کہاں جگہ پائی ہے۔

غالب۔ مومن۔ آزردہ۔ شیفتہ۔ صہبائی۔ عیش۔ عارف
رخشاں۔ علائی۔ سالک۔ بیتاب۔ حضور۔ برق۔ سوز۔ آزاد
ثابت۔ تسکین۔ تشنہ۔ حزیں۔ شہرت۔ عزیز۔ رقم۔ میر صاحب

تعشق - اوج - تابش - تمکین - عاشق - بیل - نازنین - اوج ثانی
تصویر - قلق - کامل - تجلی - جوش - یکتا - تنویر - جعفری - بسمل -
بیدل - شوق - تسلی - نالاں - فسوں - اشکی - حشمت - ایجاد
رفعت - قناعت - حیا - ظہیر - صابر - داغ - احسان - ان میں
ہر شخص اپنی جگہ پر مستقل ہستی رکھتا تھا ذوق نے ان سے خراج
تحسین وصول کیا تتمہ نشست صفحہ آخر پہ ملاحظہ ہو۔

تلامذہ۔

تلامذہ میں آزاد اور داغ علی الترتیب نثر اور نظم کے
طرز خاص کے امام ہوئے ہیں۔

وفات۔

اسٹھ سال کی عمر پاکر ۲۴ر صفر ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی
مشہور ہے کہ وفات سے پہلے یہ شعر کہا تھا

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا
دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خوں جاتا ہے جم میرا

ہوا ہے سینہ یکسر خار زارِ دشتِ غم میرا
کہ آیا یاد مژگاں آشفتہ ہو کر لب پہ دم میرا

وہ ہوں میں گیسوئے مواجِ محیطِ اعظمِ وحشت
کہ ہے گھیرے ہوئے روئے زمیں کو پیچ و خم میرا

نشانِ بے رواجی گر دکھائے زورِ مستی کے
جھجک سے دیدۂ طرف کے نقشِ قدم میرا

وہ ہوں میں رہ نوردِ شوق سر سا کٹ گیا ہی
بہ رنگِ سایہ مرقع ہوا نقشِ قدم میرا

نہ ہوئے وقتِ ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے ذوق کب یہ ہو کم میرا

شوقِ نظارہ ہے جب سے اُس رخِ پرنور کا
ہے مرا ہر شمع نظر پروانہ شمعِ طور کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا
دل نہ اٹکا ہے کہیں اللہ ہے مقدور کا

لطف جاتا ہے سرودِ نالۂ پرشور کا
خونِ دل پیتا ہے یہ کھانا مجھے سینہ کا

وادیِ ظلمت میں اپنے دخل کب ہے نور کا
ہر اک شعلہ سا ہے سو کبھی چراغِ دور کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا
لوں صریرِ خامہ سے میں کام بانگِ صور کا

نزع میں بھی دھیان تھا اُس نرگسِ مخمور کا
مجھ کو شربت میں مزہ آیا مئے انگور کا

تیرے کوچے میں تنِ لاغر ترے رنجور کا
اک غبارِ ناتواں ہے کاروانِ مور کا

باندھوں میں مضموں جو اپنی شوخیٔ کا کوئی
ہو نہ ہیں شہر میں عالم زمیں شور کا

ہیں وہ ہوں تحییر جسکو دیکھتا ہوں وقت صبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جو ہر ساطور کا

اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشک پری
بال بھی باندھے جو شانے پہ تو زلف حور کا

دل کا یہ احوال ہے تم سے کہ تیرے لیے سنتا
چلئے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

تشنہ دل وہ ہوں کہ جسکے داغ سوزاں کے لیے
گریہ ہو ہم سے اثر پیاسے اشک کا فور کا

گر ترے فرہاد یوں سکے نامہ سجدہ کو
لب پہ رکھ کر کچھ وہ تکیہ پیدا ہو نالہ بدور کا

حق تو یوں ہے یہ اثبات عجب غماز ہے
قصہ ہو سچا یا زباں وار پر منصور کا

عشق کے مکتب میں فرہاد سبق تیز دہن
تیں دن جائے اگر تعویذ میرے گور کا

زخم میرا ہے وہ ایذا دوست خوں بہنے لگے
منہ سے گر جڑ اج سے کشن یا نام انگور کا

چھا گئے تھے وہ ہیں جس روزن دیوار سے
ولے قسمت ہوا ہی روزن میں گھر زنبور کا

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سرد مہر یار سے
بیشتر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا

تو ہو بعد از مرگ بھی گر سنگ محبت دستگیر
استخواں سے ہو مرے دستہ سر ساطور کا

عشق نے ڈالی نئی ہے طرح محبت کی بنا
لکھ دیا تختہ کو بھی تا نام آئینہ دور کا

بل ہے رشتہ کا سکی ہی شاخ آنکھ بطرح
موج کا نام اور دھواں شہر سے انگور کا

دیکھتا نہ ہر سے پیکاں نیا تب پشتہ کا کس اٹھ
چشم اٹھی لگا روزن ہیں اک ناسور کا

کھینچے ہاتھ اس پیری کی کمر تک یہ تصویر ہے
تیغ ہو چمکتا رنگ سرخ روئے حور کا

تیرے قامت سے جو ہو پیدا قیامت سے گرد
کام لے منقار سے فرہاد قمری صور کا

ذوق راہ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک میں
ہے ذرہ تاج سایہ کال بیضہ بیضہ طور کا

لکھا ادھر سے خط میں ستم اور خط منہ پر سکتا
پر شعلہ سی ہا کفتوں میں قلم آگ نہیں سکتا

بیمار ترا صورت تصویر ہے سنا ہی
کیا آئے تیرے ستم اٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صدائے جرس ناقۂ لیلیٰ — صد حیف کہ مجنوں کا قدم اٹھ نہیں سکتا
ہر داغ معاصی مرا اس دامن تر سے — جوں حرف سر کاغذ نم اٹھ نہیں سکتا
اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں — سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا
پردہ در کعبہ سے اٹھانا تو ہے آساں — پر پردۂ رخسار صنم اٹھ نہیں سکتا
کیوں اتنا گرانبار ہے جو رخت سفر بھی — [illegible] راہ رہ ملک عدم اٹھ نہیں سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دست کرم اٹھ نہیں سکتا

واہ کیا مرہم زخم دل بیتاب بنا — آپ سے نشتر تیز کے تیزاب بنا
نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا — پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا
دل بیتاب کو ہم سینے میں ٹھہرا نہ سکے — شعلہ خوں دیکھتے ہی [illegible] سیماب بنا
[illegible] — [illegible] فلک کا [illegible] زہراب بنا
چشم مخمور کا [illegible] — کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب بنا
[illegible] — [illegible] شب تاب بنا
ہائے سمجھا تھا ہوں کیوں اس کا [illegible] بیمار — [illegible] بنا
[illegible] — کیا بنا [illegible] دل احباب بنا
[illegible] — [illegible] بنا
[illegible] — [illegible] بنا
تو اگر آپ کو سمجھے تو مری آنکھ سے دیکھ — اپنا آئینہ مرا دیدۂ پرآب بنا
آہ کے ساتھ جو نکلا شرر آتش دل — عرش تک جاکے وہ خورشید جہانتاب بنا
نہ بچے اشک کے دریا سے مری سوز دل — [illegible] گرداب بنا
جوش کیا عشق کے دریا نے دکھلائے ذوق — تو کہیں موج بنی اور کہیں گرداب بنا

اوسے ہمنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نپایا

جس انساں کو سگ دنیا نپایا
فرشتہ اوسکا ہم پایا نپایا

مقدر ہی پہ گر سود و زیاں ہے
تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نپایا

لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام
خدا جانے کہ پایا یا نپایا

سراغ عمر رفتہ ہو تو کیونکر
کہیں جسکا نشاں پایا نپایا

رہ گم گشتگی میں ہم نے اپنا
غبار راہ بھی عنقا نپایا

رہا لپٹا مثال نقش کژدم
کبھی کج فہم کو سیدھا نپایا

تہ خنجر ترے بسمل نے سینے
ذرا قابو تڑپنے کا نپایا

احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے
نکل جاتے مگر رستا نپایا

جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا
کبھی ہم نے تجھے تنہا نپایا

چراغ داغ لیکر دل میں ڈھونڈھا
نشاں پر صبر و طاقت کا نپایا

تہ از خود رفتہ ہوں جسکو خودی نے
خدائی میں اگر ڈھونڈھا نپایا

کیا ہے سنگ تر خیم دل ہمارا
دہن پایا لب گویا نپایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دل شیدا نپایا

ہوا نبرے خط مشکیں سے کوئی
مجرب نسخہ سودا نپایا

وہ بولے دیکھ کر تصویر یوسف
سنا جیسا اوسے ویسا نپایا

تمارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم میں بھی تجھے پورا نپایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نپایا

نظیر اسکا کہاں عالم میں اے ذوق
کہیں ایسا نپا سکے گا نہ پایا

تا ہم یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کنوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا

میرے نالوں سے جو پانی سنگ خارا ہو گیا — کوہ کے چشموں کا آنسو ہر شرارا ہو گیا
ذکر دنیا تنفس مردہ کو ہوا ماء الحیات — مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہو گیا
دانت یوں چمکے ہنسی میں رات اس مہ پارہ کے — میں نے جانا ماہ تاباں پارا پارا ہو گیا
ایک دم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار — پر امید وصل میں برسوں گزارا ہو گیا
ہے مقام زندگی زیر دم شمشیر مرگ — ہو گیا جس طرح کوئی دم گزارا ہو گیا
رشک سے اس زلف کی کیا مشک ہی یکسر ہے خوں — بلکہ جل کر سوختہ عنبر بھی سارا ہو گیا
دل پہ زخموں کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار — آ گئے تھا صد برگ گل اب ہزارا ہو گیا
ظلمت عصیاں سے تیرے شب گیا شب روز حشر — آفتاب اک نیزے پر دُم دار تارا ہو گیا
دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشم یار نے — خوں رہا اپنا نہ پنہاں آشکارا ہو گیا

ذوقؔ اس بحر جہاں میں کشتی عمر رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

میں ہجر میں مرنے سے قریں ہو ہی چکا تھا — تم وقت پر آ پہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا
اب جان پہ آفت ہے جو تیرے ہو دوبارا — اک بار تو غارت دل و دیں ہو ہی چکا تھا
برہم اسے کیوں تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف — اے دل وہ ابھی چیں بجبیں ہو ہی چکا تھا
ہوتا جو نہ پیوند زمیں تیری گلی میں — آسودہ یہ دل زیر زمیں ہو ہی چکا تھا
آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ — جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا
جو خط میں لکھا اس نے وہ اس لکھنے سے پہلے — مکتوب بسر لوح جبیں ہو ہی چکا تھا
لے بدر تہ مرگ توقف رہا ورنہ — عزم سفر جان حزیں ہو ہی چکا تھا
کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دوست — دشمن کا سخن ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا
کیا دیکھتے ہم یوسف کنعاں کو کہ اپنا — منظور نظر ایک حسیں ہو ہی چکا تھا
کیا گرم تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے — میں سر تہ خنجر کہیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
حکمِ ازلی ذوق یو ہیں ہو ہی چکا تھا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخواروں کا
دیجئے اک جام تو ہے یار ابھی یاروں کا

اتنا تو سوزِ فغاں ہو کہ چمن میں بلبل
خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ہو انگاروں کا

چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسیٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا

ہوں رنگین حلقِ بریدہ کی ہماری خونناب
گر تماشا تجھے منظور ہو فواروں کا

ہیں کماندار ترے تیرِ مژہ تشنۂ خوں
منہ کھلا رہتا ہے اس واسطے سوفاروں کا

کیوں نہ ہر تار میں دل ہوں گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتاروں کا

دیتے ہیں جاں بوسۂ لعلِ نمکیں پر ہم بھی
جان نثاری ہے اگر شیوہ نمکخواروں کا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
روسیاہی سر و سامان ہے سیہ کاروں کا

نالہ اس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے دردِ جدائی دیتا

پنجۂ مہر کو خونِ شفق میں ہر روز
غوطے کیا کیا ہے ترا دستِ حنائی دیتا

روشنی اشک گرا دینگے نظر سے اک دن
سہتے یہ ان آنکھوں سے کبھی مجھکو سجھائی دیتا

میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جاکر
گر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا

کون گھر آئنہ کے پاتا اگر وہ گھر میں
خاکساری سے نہ جاروب صفائی دیتا

خو کرنا نہ ہوں سکتا کہ مجھے ساغر سے
بوسہ لب نہیں بے چشم نمائی دیتا

منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشیں
دیدۂ روزن دل سے ہے دکھائی دیتا

ہوا عاشق سوچکر اُس دشمن ایمان کا
دل نکر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

جھوٹ ہی جانو کلام اُس رہزن ایمان کا
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا

تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا اُمید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسا جان کا

جو دل پر آرزو سے نکلا نالہ عشق میں
ایک پتلا تھا سراپا حسرت و ایمان کا

بن گیا جوش محبت سے ہمارے سینے میں
ماہی دریائے خون جوہر ترے پیکان کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

یہ تپ غم کی ہے شدت اس ترے بیمار کو
یوم راحت بھی ہے حق میں اُسکے دن بحران کا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی آنکر
ہو چکا پہلے ہی ہیں کشتہ کسی کی آن کا

ہو سکے آلودہ دامن پاک دامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنعان کا

نفس بدکار کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر ساماں اس فرعون بیساماں کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون
پھر چبایا اُس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بنجاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اُسنے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگ لعل غرق خوں
جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر و دل دونوں پہلو میں ہیں زخمی اس نے کیا جانیں
اِدھر مارا تو کیا مارا اودھر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگین خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہونچا
اگر تیشہ سر کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نکرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

ہنگامہ گرم ہستیِ ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

ہیں جو شہید ہوں لب خندان یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیاں نہو دل کے غبار کا

ہو پاکدامنوں کو خلش گر سے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوت تلخ آبہ سرشک
شربت ہے باغ خلد بریں کے انار کا

پہونچے گا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوب شوق اوڑ کے ترے بیقرار کا

ہے عین وصل میں بھی مری آنکھ سوئے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

ہے دل کی داؤ گھات میں مژگان چشم یار
کرتی ہے قصد ٹٹی کے اوجھل شکار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیر خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار کا

اوس روئے تابناک پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبح بہار کا

اے ذوق گر ہیں ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اِس میکدے میں کام نہیں ہوشیار کا

ہمارے خون سے دل پائمال کے کیسا
چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لیگئے دل کو نکال کے وہ صریح
جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا

نہیں ہے چوگی اگر چشم یار گرد اسکے
ہجوم کرتے ہیں مژگاں کے بالکے کیسا

نمود خال کی دیکھو تو زیر ابروِ یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل　　اُٹھا ہی قصہ یہ بعد انفصال کے کیسا
شب فراق میں اس مہ جبیں کے انجم چرخ　　مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا

ہزار دم میں اسے یاد تو نے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر تجھکو ٹال کے کیسا

میں کہاں سنگ در یار سے ٹل جاؤنگا　　کیا وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤنگا
نالہ کہتا ہے کہ تا چرخ زحل جاؤنگا　　بلکہ میں توڑ کے اسکو بھی نکل جاؤنگا
دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ لیچل مجھکو　　ورنہ میں جاکے وہاں دیکھ مچل جاؤنگا
مدرسے میں کبھی اگر جاؤنگا تو جائے کتاب　　شیشۂ بادہ لیے زیر بغل جاؤنگا
کوچۂ یار میں جاؤنگا تو مثل خورشید　　پاس آداب سے میں سر ہی کے بل جاؤنگا
دل کہے ہی کہ مجھے روزن سینہ سے نکال　　ورنہ خوں ہوکے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا
سرد مہروں سے فلک ڈال نیا لا کہ بن آگ　　نخل سرمازدہ کی طرح سے جل جاؤنگا
آنکھ سے اشک صفت مجھکو گرا کر نہ سنبھال　　میں نہیں وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا
قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ　　آگے میں گر طرف دشت و جبل جاؤنگا
گر پڑا آگ میں پروانہ قدم گرچہ ذوق　　سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ جل جاؤنگا
ہوں وہ مشتاق شہادت کہ ترے ہاتھ سے میں　　پائی گو یاں تہ شمشیر اجل جاؤنگا

جنبش برگ صفت باغ جہاں میں اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہو گیا　　اب آہ آتشیں سے بھی دل سرد ہو گیا
سینے میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر　　نشتر کا نام سنتے ہی منھ زرد ہو گیا
سو بار مر کے عاشق جانباختہ ترا　　لڑنے کو پھر کھڑا روش مرد ہو گیا
مجنوں کبھی دشت گرد تھا مانند گرد باد　　جب خاک اڑائی سمٹ کے تو وہ گرد ہو گیا

اُس صیدِ تیر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح — آخر تڑپ تڑپ کے یوں ہی سرد ہو گیا
واں رخ شگفتگی سے گلِ در و بن گیا — یاں غم سے روئے زرد گلِ زرد ہو گیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوقؔ
نامرد مرد، مردِ جوان مرد ہو گیا

پانی طبیب دے ہے ہمیں کیا بجھا ہوا — ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا
کہتے تھے آفتاب تو تھا مثلِ جسے سو وہ — نکلا ہمارا داغِ دل اپنا بجھا ہوا
چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے — اک نیمچہ ہے زہر میں گویا بجھا ہوا
پھر دل میں آہِ سرد ہوئی میرے شعلہ ور — لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلہ بجھا ہوا
پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے — پر تھا مرے نصیب سے توڑا بجھا ہوا
جلکر اگر بجھا بھی دلِ سوختہ مگر — تو پھر جلیگا جیسے کہ کوئلا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو
سینے میں ہم نے ذوقؔ نہ پایا بجھا ہوا

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا — ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا
تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا — رہے ہے کیونکہ گلستاں سے عندلیب جدا
دکھا دے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر — تو چیخ اٹھے مؤذن جدا خطیب جدا
جدا نہ دردِ جدائی ہو گر مرے اعضا — حروفِ درد کی صورت ہوں اے طبیب جدا
ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت میں — کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا
ہجومِ اشک کے ہمراہ کیوں نہ ہو نالہ — کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب جدا
فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک — الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا
کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے اگر — نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا
کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوقؔ — کہ ہونے والے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

شکر پردے ہی میں اُس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

رہا پامال رہِ عشق کی تربت کا نشاں
اُس پہ تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر
استخواں کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیاں باغ میں ڈھونڈھا جو قفس سے چھٹ کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو کیوں پھرا [illegible]
پا بزنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستہ نرگس کا نہیں میرے سرہانے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے ہی رہبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھ عصا نے رکھا

ناتواں ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئنہ وار
گھر میں مہماں جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اُس ہوش ربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
لیک ناکام اسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

بے نشاں پہلے فنا سے ہو تو ہو تجھکو بقا
ورنہ ہے کس کا نشاں ذوقِ فنا نے رکھا

نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انساں چڑھا
اس کو قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جبکہ نہیں توسنِ وحشت اپنا
دیکھنگے افلاک پہ ہم خاکِ بیاباں چڑھا

میں نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا دیا
لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہیں آن چڑھا

دیکھئے بکتے وہیں سنتے کہیگا ہر باد
یاد کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحفِ رخ پہ ترے رنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مری دل کے سوا
فوجِ مژگاں کے نہ منہ پہ سرِ میدان چڑھا

نازسے تانکے ابروسے لگا تیر نگاہ
چلّہ جلد اپنی کماں پر ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا

غمزۂ یار کو سونپے متاعِ دل و جان
چور تھا پر نظر اپنی پہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگاں پہ کہ یاروں نے ابھی
پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوق
دل و دیں دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

تیغ جب مول وہ بانکا جواں لینے لگا
موت کے جیسیں مزے پہ ہچکیاں لینے لگا

تیر چٹکی میں لیا اُسنے پئے جانِ عدو
رشک میرے دل میں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا

نام سے اُسکے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنوں دیکھکر انگڑائیاں لینے لگا

مجکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر
مجھسے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیوں کی چٹکیاں
یہ بلائیں کسکی باغ اے باغباں لینے لگا

جینے کی اس میکدے میں بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے لیے اے پیرِ مغاں لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حُسن کی اپنے بہار
اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پہ تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فساں لینے لگا

سخت بیتاب دلِ آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گلگیر جو منہ میں زباں لینے لگا

موت اُسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیاں لینے لگا

رات کو لے ذوق اُسکی نوکِ مژگاں کا خیال
تن پہ ہر مو سے مرے کارِ سناں لینے لگا

پہنچا آسیب تیغِ قاتل تا بہ سر اچھا ہوا
اے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایکدن بالکل نہ بس لیے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا

کم نہ ہووے اُس آبِ خنجر کی الٰہی آبرو
آج تربت میں ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آ رہے گا دشت میں لیلیٰ ترے ناقے کی کام
ہو گیا مجنوں لہو کا ٹیلا سوکھ کر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزہ تجھکو چکھاؤں عشق کا
پھر دیا یوں اپنے دلکو چیر کر اچھا ہوا

سنکے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یوں کہا
واقعی تجھسے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بند ہوگیا اس موکمر کا جب کہ مضمونِ کمر
ہو گئی مضمون میں دقت شعر پر اچھا ہوا

مجھکو صدقے کر اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ دیا تو نے ادھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میرے کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سی اور اوس نے لیکر لیا
واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے تڑا بسمل سے یہ کہتا کہ لو
اب تو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جان حزیں
دیر ہوتی گر ساتھ تیرے ہمسفر اچھا ہوا

آئینہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھکو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو سب ڈر گئے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ہوا

خلافِ وعدہ تو میں تیرے کل تو جان لب پہ آیا
نہ آیا آج بھی گر تو تو ہے ظالم غضب آیا

چمن میں کہتے ہیں پھر موسمِ عیش و طرب آیا
بہاریں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا

ہمیشہ جان منتظر ہونٹوں پہ ہے وہ شوخ کب آیا
اگر جینے کو بھی آیا تو ہم جانیں گے اب آیا

دیا ہے تشنہ کامی پانی سے آبِ خنجرِ قاتل
گلو تک میرے اور زخمِ گلو سے تا بہ لب آیا

تامل کیجئے ذوقِ طپیدن دیکھئے کیا ہو
کہ ابتک تو بچ کر نکلا نہیں قاتل کو غضب آیا

وہ مستِ ناز ایک ٹھیسے میرے شیشۂ دل کو
ہوا خوش اسقدر گویا کہ ہاتھ اسکے طلب آیا

نوشتے سے سوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
جو پیشانی میں تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا

برنگِ غنچہ تو نے میں لب ہنسی کیا اس گلستاں میں
بھر آیا منہ میں خون گر اک تبسم زیرِ لب آیا

وہ آئیں یا نہ آئیں میں نہیں رنجیدہ دل اپنے
مگر یہ رنج ہے کیوں رنج اُنسے بے سبب آیا

لگا دی زلف کو شانے نے جو اُلجھا پڑا دل
یہ گستاخی بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

ترے در سے نہ آیا پاس کوئی نیم جاں ہوں کے
مگر رونا کبھی چھوڑی سے بعد از نیم شب آیا

میں اپنے ذوق کے قربان کہ مستی میں [illegible] کے
بُلایا کس نے اُسکو جب آیا بے طلب آیا

ہر صبح طلوع میں کیا کام لے گردوں شمار ہوگا
چمک جائے گا ہو کا فی آتش غم کے شرار ہوگا

اُتارا تو نے دل کو ہمیں سے اس شامت کی بار ہوگا
لیا احسان مالوں سر کی میں کا اُتار ہوگا

شمار سے دیکھ ہو تی تھا سے گوشوار ہوگا
کہیں [illegible] صدقہ اس ستار ہوگا

[illegible] عشق اسکے دو کنارہ ہیں
ازل نام اس کنارے کا ابد نام اس کنار ہوگا

بنا اکسیر گر اس کشت و خوں میں لوں ہر گز
ہر سے [illegible] میں خوں کرتا ہے کشتہ کیا یار ہوگا

[illegible] الیاس گرد سے بلا میں ہم
[illegible]

ہر سے منزل [illegible] ماہ سریع السیر [illegible]
[illegible]

[illegible] میں ہوں [illegible] سفر لیکن
[illegible]

[illegible] عصیاں کی [illegible]
[illegible]

[illegible] مثال دانہ تسبیح کیوں [illegible]
[illegible]

فقط تار نفس کا ذوق [illegible] کافی ہے
پئے عمر رواں کیا چاہئے رستا گذار ہوگا

نالہ ہے ولیے بیاں درد جدائی کرتا
کام قاصد کا ہے [illegible] ہوائی کرتا

پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن
جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا

دیکھتا اس حشمت مغرور کا گر جاہ و جلال
کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا

خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن
روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا

نہیں گوش شنوا باغ جہاں میں غافل ورنہ ہر برگ ہے یاں نغمہ سرائی کرتا
بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا
سوز دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک پر ہے کچھ خون جگر کار روائی کرتا
بیٹھ رہئے تو قفس ہے عجب آرام کی جا پر ہے کچھ جی میں نہیں شوق رہائی کرتا

ذوق اس پائے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشک خونیں ہے کہ کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا کہ نیچے آسماں کے اک نیا اور آسماں ہوتا
ابھی کیا سر و قاتل پہ شہید تفتہ جاں ہوتا کوئی دم شمع مردہ میں کبھی یہ باقی دھواں ہوتا
کہے ہے مرغ دل کہ کاش میں زاغ کماں ہوتا کہ تا شاخ کماں پر اس کے میرا آشیاں ہوتا
سواد ارض کے بیچ ماتمی ہے سیم تو جب چاہیں کہ صورت خط کہکشاں ہوتا
شوقی دل میں گر نہ ہوتا دشمن کسی کے نوک نشتر کا تو کیوں حق میں ہمارے ہر نشتر شاخ گل سناں ہوتا
نہ رکھتا پر نہ رکھتا تشنہ پروانہ پر لیکن شمع اگر تیرا پتنگ کو شمع خیال دریاں ہوتا
جو روتا کھول کر جی اتنا سے دہر میں عاشق تو جیسے کہکشاں میں بھی فلک کا خوں رواں ہوتا
بگولا گر نہ ہوتا وادی وحشت میں اے مجنوں تو گنبد سے سر گشتوں کی تربت پر کہاں ہوتا
نہ ہے مجنوں جگر کی خاک پہ ہوتا اگر سبزہ تو مژگاں کی طرح سے اشک خون چشم خوں فشاں ہوتا
رکاوٹ والی اس قاتل کی وحشت تیغ ظاہر ہے کہ خنجر کا مری گردن پہ اٹکے کر روانہ ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا ہے حسرت پابوس نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو مجھ سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اسکی اجل جائے تو اچھا

کھینچے دل انساں کو نہ وہ زلف سیہ فام
اژدر کوئی انساں کو نگلجائے تو اچھا

لے گریہ نہ رکھ میرے تن خشک کو غرق آب
لکڑی کی طرح پانی میں گلجائے تو اچھا

تاثیر محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چلجائے تو اچھا

فرقت سے تری تار نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکلجائے تو اچھا

ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ کہ پھپھولوں سے جو پھلجائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے ترے اٹھنے کا نہیں پھر
ہو گرنے سے پہلے ہی سنبھلجائے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھلجائے تو اچھا

ڈھلجائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام
اور پھر کہوں گر آج سے کلجائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہیں ٹلجائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے وہ یاں سے
دل اسکا یہیں گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

سکھے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
کبھی جو ٹھیس کرے تو پیئے لہو میرا

نہ پہونچا گردن جاناں تک اور ٹوٹ گئے ہاتھ
پڑا گلے ہیں مرے دست آرزو میرا

سدا ملائک تسبیح خواں کو آئے رشک
جو میکدے میں سنیں شور ہائے ہو میرا

عجب نہیں ہے مری سوزش محبت سے
کہ تار شمع ہو ہر ایک تار مو میرا

بہ رنگ آئنہ چشم تر آب سے میرے
گرا نہ اشک کیا پاس آبرو میرا

فلک کا رنگ جو اتنا سیاہ ہے ایسا
پڑا تھا سایۂ بخت سیہ کبھو میرا

ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزال پلنگ خو میرا

نہو آب شہادت سے گلو تر نہوا
مستعد جیسے وہ ہوا ہاے تو خنجر نہوا

جلکے میں خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر
یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہوا پر نہوا

بیچراغ اوسکو نرکھ داغ الم سواے عشق
خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہوا

کب صبا آئی تیرے کوچے سواے یار کہ میں
جوں حباب لب جو جامہ سے باہر نہوا

خون رگہاے گلو کب تن بے سر سے مرے
آ گئے کب جوش پہ فوارے سے ہمسر نہوا

عشق ہے معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے
مو سے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہوا

ذوق بیمار محبت ہے خدا خیر کرے ؛
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہوا ہا ؛

بعد مردن بھی خیال چشم فتاں ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقف غزالاں ہی رہا

ہیں ہمیشہ عاشق پیچیدہ مویاں ہی رہا
خاک پر روئیدہ میری عشق پیچاں ہی رہا

پستۂ قندی ہی کہ کام غیر میں وہ لعل لب
پر مرے حق میں تو سنگ زیر دنداں ہی رہا

بندہو سکا تجھسے مضمون اس دہان تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیر زنخداں ہی رہا

جاہل ہنگامہ آئے راہ پر معجزے سے بھی
جہل سے بوجہل لیکن نامسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلے رکاب حلقۂ زنجیر سے
توسن وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کسکے رخسار کی تاب
شب ہمہ بالا نشیں سر در گریباں ہی رہا

پہلوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے
آخرش دل بہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

سکو دیکھا اسنے اور اسکو نہ دیکھا جوں نگاہ
وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے تھیں غیر دل میں بستی تھیں اور اب بھی تری
ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں سمٹیں رہا ہی گویا رنگِ بوئے گل   وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس وقت ہیں

اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

طلسمِ قطرۂ آنسو نے میرے مردماں باندھا   کہ ہے اک اک گرہ میں حاصلِ صد بحر و کاں باندھا

ترے جوڑے سے کھلنے نے مرادِ دلستاں باندھا   عجب تقدیر نے عقدہ وہاں کھولا یہاں باندھا

یہ بہتان کس نے افشائے محبت کا یہاں باندھا   جو بعد از مرگ میرے منہ کو تو نے بدگماں باندھا

ہوئی تشہیر لاش اس ناتواں کی جبکہ پاؤں میں   کوئی تارِ نگاہ مور جائے ریسماں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگیِ زلف نے کس کے   کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا ہے تاک قہقہہ ہنستا   تو میں نے تار اک رونے کا لے ہچکیاں باندھا

تڑپ کر دامنِ زیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے   سرِ فتراک سے کیوں تو نے صیدِ نیم جاں باندھا

بچھاڑا غیر کو ہر گز کہ ہو کر جھاڑ لپٹا تھا   مجھی پہ گالیوں کا جھاڑ تو نے بدزباں باندھا

وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی   مرے مرقد پہ چلّہ لے کے آ کر دوستاں باندھا

اڑا دیتے دھوئیں اک آہ میں اس چرخِ گرداں کے   اگر جگر دھوئیں نے دل کے زیرِ آسماں باندھا

فلک وابستہ پھرتا رہے ہے کومی پرخروشوں کو   کیا ہے آخرش نے مجھ سے پیلِ دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کہ مجھ سے برقِ نے دیکر   حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوّالہ ساں باندھا

مرادِ آگے ہی سینے میں اک پھوڑا سا پکتا ہے   خیالِ خطِ سبز یار نے کیوں برگ ناں باندھا

دلِ مجروح پہ میرے نہ سمجھو داغِ حسرت کا   پرِ طاؤس اس زخمی نے پھاہے دوستاں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جائے کہ تیری نخلِ قامت سے   عجب اک گرد نامہ خط نے اس سرو رواں باندھا

تپِ سوزِ محبت کے لئے چارہ نہیں قمری   یہ گنڈا اپنا لگوں گردن پہ کیوں لے تفتہ جاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریائے فنا کو خنجرِ برّاں

کفن مثلِ حباب اے ذوق ہم نے سر سے پاں باندھا

بھڑکنا کیا کہوں سینے میں اپنے آتشِ غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہاں میں عرصۂ عشرت کے سوا دہ عیدِ بے غم کا
اگر ہو عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو یوں ہے خوشگوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جسطرح شیریں آبِ زمزم کا

برنگِ طوقِ قمری کوئی نکلے ہی نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پُرخم کا

ترے رُخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سِئے جاتے ہیں کس سے زخم اُس تیغِ تبسم کے
کہ یاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسیٰ مریم کا

دلیرانِ محبت کو خلش ہے اُسکے مژگاں کی
پسِ مُردن لحد میں بھی ہے عالم چاہ رستم کا

خراشِ سینہ میں اک رہ گیا ہے لوٹ کر ناخن
غلط ہی جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر
تعجب کیا کہ ابلیسِ لعیں دشمن ہے آدم کا

خط اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام اے چند
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا

شہیدا اے ذوق سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا وہ ہے اک نخلِ ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں ملگیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں ملگیا

کیا جانے تیغِ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جوں ملخ وہ حلق بریدہ میں ملگیا

گر بعد فقر پھر سگِ دُنیا ہوا فقیر
کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں ملگیا

دکھلا کے کہکشاں سے فلک چاک سینہ رات
اُس ماہوش کے سینہ دریدوں میں ملگیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار
صاف آئینہ کا دیدہ ندیدوں میں ملگیا

آخر کو فیضِ بیعتِ دستِ سبو سے آج
پیرِ مغاں کے میں بھی مریدوں میں ملگیا

حُبِ حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے تو
تھا گرچہ اشقیا میں سعیدوں میں ملگیا

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا ٹھہرے ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُنکے — اور دَم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا
تا صاف کرے دل کو مئے صاف سے صوفی — کچھ سود صفا علم تصوف نہیں کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دُنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا
پڑھتا نہیں خط غیر مرا وان کسی عنواں — جبتک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا
کچھ اور گماں دل میں نہ گذرے ترے کافر — یا د اس لئے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

محفل میں شور قلقل مینائے مُل ہوا — لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل ہوا
دریائے غم سے میرے گذرنے کے واسطے — تیغ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل ہوا
پروانہ بھی تھا گرم تپش پر کھلا نہ راز — بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غُل ہوا
آئی تھی دُرُون کی نہ ہرگز سمجھ میں بات — آوازہ گو بلند مثال دُہل ہوا
جنکی نظر چڑھا ترا رخسار آتشیں — اُنکا چراغ گور تا حشر گُل ہوا
بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی — جز و ضعیف محرم اسرار کُل ہوا

اوس بن رہا چمن میں بھی میں ذوق دلخراش
ناخن سے تیز تر مجھے ہر برگ گُل ہوا

اس تپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا — کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا
آسماں دردِ محبت کے جو قابل ہوتا — تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا
چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسمل شوق — دامن برق اگر دامن قاتل ہوتا
چین پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر — نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا
کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج — اشناوق ہوتا کہ جینا اسے مشکل ہوتا
ذبح ہونیکا مزہ جانتا گر صید حرم — رکھکے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے
زلف ہوتا ترے رخسار پہ یا تل ہوتا

آتا کیوں مصر میں کنعاں سے نکل کر یوسفؑ
جذبۂ شوقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی قائل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی میں ہے تو اپنا حریف
ورنہ یاں کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

دل گرفتوں کی اگر خاک چمن میں ہوتی
تو جہاں دیکھتے ہو غنچہ وہاں دل ہوتا

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا
ایکدل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ ید اللہ کے ہاتھ
ذوقؔ حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

جو نہ رنگِ رخ دمادم کا یہاں نمود ہوتا
تو زمیں نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

کسی رنجکش کو دیتا تو کچھ اسکو سود ہوتا
دلِ سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا کہ تجھے بھی بو پہنچتی
جو یوں ہی تھا دل کو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

لبِ نازک اسکا کیونکر کہو بارِ حرف اٹھانے
کہ جو حد سے تبسم سے بھی ہو کبود ہوتا

یہ حیاتِ چند روزہ جو نہ سدِّ راہ ہوتے
تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

وہ ہیں کیا جو زکیفت ہیں یہ ہمیشہ سر بکف ہیں
ترے جاں نثار کا سا نہیں وست جود ہوتا

ترے در کی جبہ سائی اگر اشک ہی کرتے
ہر قطرہ قطرہ پر ایک اثرِ سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھسا نہیں ہو چکا ذوقؔ ورنہ
شجرِ زقوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

اس نے جب مال بہت ردّ و بدل میں مارا
ہمنے دل اپنا اٹھا اپنی بغل میں مارا

نیمچہ جب مرے قاتل نے بغل میں مارا
جو چڑھا منہ اسے میدان اجل میں مارا

اجل آئی نہ شبِ ہجر میں اور تو نے فلک
بے اجل ہمکو تمنائے اجل میں مارا

عشق کے ہاتھ سے نہ قیس بچا نہ فرہاد
اُسکو گردشت میں تو اسکو جبل میں مارا

کھینچکر عشق جفا پیشہ نے شمشیر جفا
پہلے اک ہاتھ مجھی پر تھا ازل میں مارا

ہم نے جانا وہیں اس عشق نے مارا اسکو
تیشہ فرہاد نے جس وقت جبل میں مارا

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

دل کو اُس کاکل پیچاں سے نہ بل آنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

چرخ بدبیں کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشم زحل میں مارا

اس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی
کہ کبھی دم میں جلایا کبھی پل میں مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

مذکور تری بزم میں کسکا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

کسدم نہیں ہوتا قلق ہجر سے مجھکو
کسوقت مرا مُنہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آنا بھی ہے دم کا یا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کی مانند ولیکن
اسپر بھی جُدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مُفت اور پھر اوس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا

جاتی ہے زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

آئے تو کہاں جائے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک نہیں آتا اُسے غصہ نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

سا تھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا — تھا کام تو مشکل مگر آساں نکل آیا
شب ہم نے تہیہ جو کیا توبہ کا ساقی — مغرب سے سحر مہر درخشاں نکل آیا
عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعاں — در ہائے مقفل سے عزیزاں نکل آیا
تھا کوچۂ قاتل میں شہادت کا دفینہ — کھودا جو کنواں گنج شہیداں نکل آیا

—— • ✕ • ——

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا — وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا
نہ منہ ڈال خار آبلہ میں کہ ہوگا — یہ ساغر لیئے کہربائی کا جھوٹا
مجھے نعمت خلد سے بھی ہے بہتر — ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا
رسائی ہوئی جبکہ دامن تک اوسکے — ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہیں آشنائی کا جھوٹا

ستمگر ہے سفاک شہرہ ہے نگاہ یار کا — سچ کہا ہے پاٹ کاٹے نام ہو تلوار کا
گر دکھا دوں عالم اپنے نالہ ہائے زار کا — کام لوں ہر تار موسے تار موسیقار کا
دیتا ہے کعبہ کو آرائش سیہ جامے کیطرح — زاہدو سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا
استخواں اس سوختہ جاں کے نہ کھانا زینہار — اے ہما یہ رزق ہے مرغان آتشخوار کا
کوچۂ زلف بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں — پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس خدائی خوار کا

ردیف الف اشعار متفرقات

چاندنی نے شب تجھ بن روپیہ دکھایا تھا — تجھکو ناحق [illegible] کھایا تھا

آنا تو خفا آنا جانا تو رلا جانا — آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا

کیا طبع میں جودت ہے جھٹ دل کی اڑا جانا   ہونٹوں کا یہاں ہلنا واں بات کا پا جانا

کیوں کہکے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا   کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

کروں درد آشنا کیونکر دلِ احباب اپنا سا   بلا سے جیسا ہو نہیں ڈھونڈھ لو بیتاب اپنا سا

وہ دیکھیں کس طرح ہے روز فرقت دیکھکر جیتا   کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا

یوں لائے واں سے ہم دلِ صد پارہ ڈھونڈھکر   دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اوٹھا لیا

کعبے کا قصد اور ترے دردِ ہجر سے   میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا
دل کا سا دیتے گوہرِ غلطاں کو اضطراب   پھرتا تمام دامنِ ساحل میں لوٹتا

جنت ہے زندگی میں زمانہ شباب کا   پیری ہے پہلے مرگ سے ہونا عذاب کا

ہم برہنہ پا جنوں اور گرم پتھر زیرِ پا   دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھے ہے دبکر زیرِ پا
نخلِ گل مہندی نہ ہو نصفِ سبیل کے نگار   تو کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں   کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا

کیا کہیں اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا   وہ ارادہ ہی ہمارا ہے ارادہ جانتا

کیوں تکبر بولتا یہ بندہ محکوم القضا   گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا

مژہ پیکان کا ہے ٹکڑا کہ سسری کا ٹکڑا   مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا ہے

پال تک عدو زمانہ ہے مرد دلیر کا   جھلسیں ہیں منھ شکار کیے پر بھی شیر کا
جسکے سبب لڑائی ہو وہ آدمی نہیں   کانٹا ہے گھر میں ساہی کا یا گل کنیر کا

بل بہ گریہ گل زمیں ہو کر قدم گڑنے لگا   اور قدم او کھڑے تو کیا دیکھا کھنڈوں تنے لگا

ضبط گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا   چشم کے کوزے میں دریا بند کر دکھلا دیا

نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا   چلتی گاڑی میں یا عشق نے روڑا اٹکا

ہاتھ آ کر دل وحشی جو کوئی چھوٹ گیا   ہوس صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

ہی قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا   خوب طوطی بولتا ہے ان دنوں صیاد کا
میں ہوں چکر میں لگی جب سے دنیا کی ہوا   حال میرا ہے بعینہ آسیائے باد کا

ذوق ہو ترک وطن میں صاف نقص آبرو
بلکتا پھرتا ہے گہر ہو کر سمندر سے جدا

لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا
نشاں سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکاں کا

دل کہاں جس پر گماں ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینہ میں خوں آلودہ پیکاں تیر کا

چشم و ننگ کو تیرے بدنام کیوں کریگا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

عہد پیری نے بھلایا دوڑنا کودنا
ہائے طفلی کھیلنا کھانا اوچھلنا کودنا

مسجد میں اُسنے ہمکو آنکھیں دکھا کے مارا
کافر کی دیکھ شوخی گھر میں خدا کے مارا

ردیف بائے موحدہ

پی بھی جا ذوق تکرہیش و لب جام شراب
لب پہ توبہ ہے دل میں ہوس جام شراب

لب تک اُسکے جو ہوئی دسترس جام شراب
ملگیا خال لب اُسکا مگس جام شراب

دل مرا جام شراب ہوس جام شراب
اور ہے خال سویدا مگس جام شراب

پہونچے اُس ہاتھ میں قسمت ہوس جام شراب
ساغر دل کو جو ہو دسترس جام شراب

مجھکو فرصت نہیں وہ صاحب ہوس جام شراب
عکس خال لب نیا جو سمجھا مگس جام شراب

بازگشت ایسی ہے یوں جانب قسام ازل
جیسے ساقی کی طرف باز پس جام شراب

دست بدست سے کی ٹوٹ کے فریاد دست
تھوا کوئی بھی فریادرس جام شراب

جوش مستی ہے عجب قافلہ جسمیں کہ نہیں
ہے شکست ایک صدائے جرس جام شراب

محتسب شعلۂ آواز سے جل جاونگا
گرچہ ٹوٹا دل آتش نفس جام شراب

رات میخوار نے مس ساقی جو نشے میں بہکا
نیس شیشہ کو لگا کہنے خس جام شراب

مرغ دل نرگس میگوں کے ہے مژگاں میں اسیر
تازہ مضمون ہے جو باندھوں قفس جام شراب

دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹ کے ہوں سو ٹکڑے
نام لکھدے جو کوئی میرا بہ جامِ شراب

ساقی اس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے
رات بھر گشت کرے ہے عسسِ جامِ شراب

نوشدارو سے کبھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار
ساقیا شربتِ فریادرسِ جامِ شراب

بیخبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زباں ہے جو وہاں جرسِ جامِ شراب

ابلقِ چشمِ سیہ مست کو تیری دیکھا
ورنہ ابتک نہ سنا تھا فرسِ جامِ شراب

سمجھے بیٹھا ہے کی ظلمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سرِ جمشید پہ اوڑ کر مگسِ جامِ شراب

محفلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کسکو
پہلے پہونچے ثمرِ پیش رسِ جامِ شراب

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکسِ مژگاں ترا میکش ہے خسِ جامِ شراب

مجھکو اس بوسۂ دنداں سے لبِ از بسکہ لب
جیسے لعلِ نگیں چسپیدہ بسِ جامِ شراب

ذوق جلدی سے گلرنگ سے بھر ساغرِ دل
لبِ نازک کو ہے اس کے ہوسِ جامِ شراب

ہو پر سوں سحر وصل ہا گر ایک دم نصیب
کم ہوگا کوئی مجھسا بجہاں یک قلم نصیب

ہوں میری خاک کو جو اٹھاتے قدم نصیب
کیا پا کریں نصیب کی تیرے ستم نصیب

بہتر ہیں لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے تئیں نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ماہی ہو یا ہو مادہ دے ایک یا ہزار
بیداغ ہوں نہ دستِ فلک سے درم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں اے بوالہوس وہی
جسکو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے ہووے تو
ہر دم ہے تجھکو سیرِ وجود و عدم نصیب

سو بار جوں قلم ہو زباں شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثلِ زبانِ قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلےٰ کے گرد دیکھ
اے خوش نصیب تجھکو طوافِ حرم نصیب

دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جامِ جم
ساقی دیے خدا نے انہیں شکلِ جم نصیب

ایمان ہے ترا شوق لیکن ...
دیدار اسے خدا کا کبھی ہو نہ ...

جاتے ہیں کوے یار کو آئیں جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

حشر تک دل میں ہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب ہے تا اپنی یارب کس قیامت کی طلب

دل سلگ جائے نہ جب تک اور بھڑک جائے نہ جان
کم ہو قلیان کش سوز محبت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیے
اور یہاں فرصت کہاں تجھ کو نہیں فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آب بقا
ہے نہیں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

دور رہ اور دیر تک رہ سامنے مثل ہلال
شہر میں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عشق میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

جو ہلاہل زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
کاسۂ زہراب ہے کرتا ہے شربت کی طلب

ہو کے دل غم سے کباب اس ناز پرور کا ہے دم
کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے
یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

گر گلستان جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادِ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

کرے ہے شرع کا پاس نمک مدام شراب
حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

ہم ایسا ماہ مبارک یہ ایسا کار سعید
شرع دیکھ کے پیجیے بہ صیام شراب

عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوق عقبیٰ پر
دوام ملتی ہے اس میکدے میں فراش شراب

اس بت نامہرباں کو ہے پسند اپنا رقیب
وردِ اسمائے الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف تای مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغِ محبت درمِ دامِ محبت
مژدہ تجھے اے خواہشِ انعامِ محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانند کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ
دلسوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاسہ میں فلک کے نہ ہے تا ہم کو زہرابہ
دھر پیتے کبھی اگر تشنہ لبِ جامِ محبت

شوقِ حرمِ کوچۂ قاتل ہمیں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت

کی جس نے رہِ رسمِ محبت لیے مارا
پیغامِ قضا ہے ترا پیغامِ محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مے آشامِ محبت

ایمان کو گرو رکھے اگر کفر کو لے مول
کافر نہ ہو گرویدۂ اسلامِ محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کیے تو نے مجھے ناکامِ محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اس زینے پہ تا بامِ محبت

مجنوں نے دی لگا جو سرِ خار زار پشت
پشت اب ہجومِ خار سے ہے پشتِ خار پشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے پشتِ خار
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہیں ہست فلک کے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہوش
نہ پشت تک تو کہا کہ نہ تھا ہزار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لیکر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایکبار پشت

ہو جائے ہے زیادہ گرانباریِ گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیرِ بار پشت

سینہ سپر جو منھ پہ ہیں تیغِ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہو بعد مرگ بھی — لگنے نہ دے زمین سے دل بیقرار پشت
رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف جیم تازی

بیمار عشق کا جو نہ تجھسے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

وہ ہے بیماری الفت سے دل زار کو رنج — جس سے تو رنج کو آزار ہے آزار کو رنج
دیدۂ آبلۂ پا کا یہی رونا ہے — کہ نہ پہونچا ہو کہیں مجھسے کسی خار کو رنج
ہوش کو پیچ کے لے دارو ئے بیہوشی تو — ذوق بیہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

ردیف جیم فارسی

وہ مثل ہے نا یہ کہنے ڈوبی حضرت نے — لے گیا خطِ ذقن دل کو سوئے گرداب کھینچ

ردیف حاے حطی

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زبانِ صبح — ہوگی اذان گور ہماری اذانِ صبح
پُرنور ہے ترا رخِ سیمیں بسانِ صبح — آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ صبح
اب میکدہ میں شام کو ناقوس پھونکئے — مسجد میں مدتوں سے ہے تسبیح خوانِ صبح

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

ٹھہری ہے اُنکے آنے کی یاں کل کو جا صلاح
اے جان بر لب آمدہ اب تیری کیا صلاح

منظور چشم یار ہے سب میں مصلحت
پوچھے بلاکشوں کی کوئی کس سے بلا صلاح

سیدھے ہی جائیں کعبے کو بیت الصنم کو ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنم کج ادا صلاح

اوس چشم مست کے ہیں خراباتیوں میں ہم
تقوی کجا و زہد کجا و کجا صلاح

اس پر معاملہ ہے ترا کیا معاملہ
کس پر صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جسطرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا صلاح

کرتی خراب اوس کو ہے تیری نگاہ مست
جسکو کہ دیکھتی ہے نکوکار و با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کرتے ہیں آج
چشم و نگاہ عشوہ و ناز و ادا صلاح

منظور گر ہو قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاح نیک میں کیا پوچھنا صلاح

قالب ہے آسمان و زمیں سے ملا نہ تو
اس مہروش سے ملنے کی ناصح بتا صلاح

یہ ہے مرا رفیق یہی ہے مرا شفیق
لوں کس سے دل کے جانے کی لیکن سوا صلاح

اے ذوق جانا ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف خاے معجمہ اشعار سراپا

ہے زلف تری سنبل صحن چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کی بنی یاسمن کی شاخ

ناف اُس صنم کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینے سے ہے نسترن کی شاخ

اشعار تشبیہ

ہے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں — جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ
بد خصلتوں کو کرتا ہے بالا نشین کلک — اونچی ہے آشیانۂ زاغ و زغن کی شاخ
رہتی ہیں کشمکش میں پس از مرگ پُر جفا — آخر کو زیر ارّہ کٹی کرگدن کی شاخ

اشعار مجموع

کہتی تھی چوب تیشہ مری طرح ایکدن — سوکھے گی نخل آرزوئے کوہکن کی شاخ
بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو — شاخیں بھی گر لگائیں تو لیکر ہرن کی شاخ
ہے صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی — ٹوٹی کمان دل سے ناوک فگن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار — ہے یہ بھی اسکی اک شجر مکر و فن کی شاخ
تاثیر بیکسی سے ہو سارا درخت خشک — ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ
شاخ نبات کو سے قلیاں نہ منہ لگائے — ایسی مصاحبت سے لگے اس دہن کی شاخ

اشعار قصیدہ

گلگوں سے تیرے بڑھ نسکے اک قدم صبا — مارے جو تازیانہ نہال چمن کی شاخ
کر دے جو تو نہال تو لائے ابھی نکال — پروین کا خوشہ گاؤ سپہر کہن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد — سینے میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد
کیا روکا اپنے گریہ کو ہنسنے کہ لگ گئی — پھر دو ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
کوئی گھڑی اگر وہ ملائم ہوئے تو کیا — کہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد
اس لعل لب کے ہنستے ہی لیے بوسے اسقدر — سب اڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد
اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر — لب پر جو پہونچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل اس سے ہم نے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

کہتا رہا کچھ اس سے عدو دو گھڑی تلک
غماز نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی انکی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اسکی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

تو دو گھڑی کا وعدہ نکر دیکھ جلد آ
آنے میں ہو گی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد

گو دو گھڑی تک اس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوقؔ کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جھومر کا نظر سر پہ تری اب تو چڑھا چاند
تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند

ہے آئنہ خانہ بھی گزرگاہ بد و نیک
دیکھا نہ کبھی ہم نے در اہل صفا بند

ردیف ذال معجمہ

مژدۂ قتل سے اس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیِ تن کا کاغذ

گور میں پیش ہو جب دفتر تن کا کاغذ
ہو سیاہ کو سفیدیِ کفن کا کاغذ

بن گیا عکس سے اس شوخ گلستاں رو کے
صفحۂ آئنہ تصویر چمن کا کاغذ

کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعویٰ ملک
نام پر کس کے ہے اس قصر کہن کا کاغذ

لکھیں اس چشم کے وحشی کیلئے گر تعویذ
اہل تکسیر کریں پوست ہرن کا کاغذ

رقعۂ شادیِ شہادت کا ہو خوں سے رنگیں
ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ

سینہ صافوں کو زمانے کی ہے ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ

ورقِ چرخ ہو گر نسخۂ آشوب نہو
سربسر چشمِ سیہ سیم بدن کا کاغذ

یوں اسیرانِ قفس تک کوئی پہونچا گلِ تر
جیسے غربت میں شفیقانِ وطن کا کاغذ

ظاہر آرا نہ کتابوں سے ہو ڈر دوزخ سے
کرے آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دے ہے
مہری و سادہ ہے صبحِ کہن کا کاغذ

مُہر وہ کرتا ہے نامے پہ مجھے آئے ہے رشک
ہائے یوں چوستے لعاب آ کے دہن کا کاغذ

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا خاک کہ
متحمل نہیں گرمیِ سخن کا کاغذ

ردیف راے مہملہ

تأثر نہیں حرف لب نشیں تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر
نکل کر آیا جو آہ آنکھوں کی راہ پیچھا خدنگ ہو کر

پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرم جنگ ہو کر
کہ جس کے ہاتھوں سے اڑ گئے سر ہزار دل شہید بے درنگ ہو کر

وہ چشم مخمور اک نظر سے جو دیکھے لاکھوں جو شیشہ خم سے
تو ہو رواں ہر رگ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہو کر

جو رنگ الفت سے آشنا ہیں گر ہیں گدا بھی ہیں خوش تماشا ہیں
کہ رنگ بستی گداز مہتابی یا عقیق یاقوت سنگ ہو کر

جو سمجھیں حسن بتاں کو یکساں انہیں ہے کفر و دین یکساں
یہ پہنچے کعبہ میں وہ مسلماں ہمیشہ چلیں وہ فرنگ ہو کر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائے گا بالضرورت اس آئینے میں زنگ ہو کر

غزال رم دیدہ بن گیا ہی جو خواب آنکھوں نہیں تو بجا ہے
کہ بیچ آ کے کھاتا ہے نہ وہ ڈرتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہو کر

ہوئی جو بہار رنگ ان کو زیبا نہیں تو پہلا نہیں عوض صلا
کہ پایا گل نے ہی نام رعنا تو اس چمن میں دو رنگ ہو کر

حلاوت و شرم و یاس داری جہاں میں ہے ذوق رنج و خواری
مزے سے گزری اگر گزاری کسی نے بے نام و ننگ ہو کر

خوب روئے آج ہم سنسان ہامون دیکھ کر
یاد آیا ہم کو مجنوں بید مجنوں دیکھ کر

اُڑ گئے اک آن میں جادو سے بالکے دھوئیں — سُرمہ آلودہ تری چشم پر افسوں دیکھکر
دیکھکر غیر و نمیں مہتابی پر اُس مہوش کو رات — آہ کی اک دل سے ہمنے سوئے گردوں دیکھکر
پیچ کھاتا ہے آنکے کالے سے نہیں جلتا چراغ — چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلف شبگوں دیکھکر
مل بنے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ — چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھکر
آنکھیں انکو لگانی اونگلیوں میں فندقیں — نوک مژگاں پر مرے اشک جگر گوں دیکھکر
قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تونے سان پر — اور ترے ہی آنکھوں میں زخموں کی مری خوں دیکھکر

لیگیا دل کون میرا ذوق کسکا نام لوں ٭
سامنے آجائے تو شاید بتا دوں دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ دار شمع پر چڑھکر — عجب مزا ہے جو مرئیے کسی کے سر چڑھکر
مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر — یہ خانہ جنگ ہے آتی ہے لڑنے لشکر چڑھکر
دکھا نہ جوش وخروش اپنا زور پر چڑھکر — گئے جہان میں دریا بہت اوتر چڑھکر
ستمگروں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا — کہ ہوئے سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر
الٰہی خیر ہو اُس شعلۂ سرکش — پھر آیا بادہ کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر
ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی زر — اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھکر
کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند چودھویں کا — کہ دوے آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھکر
ترا مکان تو کیا لامکاں نہیں کو دیکھیں — امید وصل میں ہم بام عرش پر چڑھکر
چھوا رہے نقش کو اور کرے اپنے شغلی کو زیر — پڑا ہے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
ستمشعار تانہ پہ کون آیا فتنہ گر چڑھکر

جان ہوا دل ہوئی اُس خال کا بوسا لیکر — جیسے اوڑ جائے دہن میں کوئی گنکا لیکر
تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر — چپکے ہی بیٹھے رہے دم کو مسیحا لیکر

شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر

ذبح کرلے کو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر
تم چھری پھیر بھی دو نامِ خدا کا لیکر

کھینچی روزِ قیامت سی بھی ہے آپکو دور
تیری زلفوں کی بلائیں شبِ یلدا لیکر

مجھسا مشتاقِ جمال ایک نپاؤ گے کہیں
گرچہ ڈھونڈھوگے چراغِ رخِ زیبا لیکر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا
پھر گیا نامہ برِ یار خط الٹا لیکر

رہگیا اپنا سا منہ لیکے وہ اے آئینہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

وان سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

کل گئے تھے تم جسے بیمارِ ہجراں چھوڑ کر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا دامانِ مژگاں چھوڑ کر
پھر نہ اوٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کیونکہ نکلے تیر اسکا دل میں پیکاں چھوڑ کر
جائے بیضے کو کہاں یہ مرغِ پرّاں چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہے اے ابرِ کرم
ورنہ جائے داغِ عصیاں میرا داماں چھوڑ کر

جسنے ہو لذت اوٹھائی زخمِ تیغِ عشق کی
کب وہ مرہم داں کو ڈھونڈھے ہے نمکداں چھوڑ کر

صید دلکو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھلائے ہی تو
مچھلیاں دستِ حنائی میں مرجاں چھوڑ کر

سرد مہری سے کسیکی آگئے ہی دل سرد ہے
یاں سے ہٹ جا دھوپ اے ابرِ بہاراں چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دلکو لے کافر تری زلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پچھتائیگا تو یہ ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو لیے وحشی سے ترے
شیر بھاگیں جسکے نالوں سے نیستاں چھوڑ کر

سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے
اوٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجاں چھوڑ کر

پیش خیمہ سینے نکلا گرد بادِ دودِ آہ کا
ہے جو سرگرمِ سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یکہفتہ کیطرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل بھیجا آیا ہوں کھو بست ہاتھ سے
جو کہتا ہے کیوں یہ جنسِ شگرداں چھوڑ کر

پڑھ غزل لے ذوق کوئی گرم سی اب تو نیا
جانبِ مضمون طرزِ گفتۂ جاناں چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خوں میں غلطاں چھوڑ کر
کیا ہی پچھتا تا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر
سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

پیوے سے بہر ہی لہو پانی جو لب اُس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیداں چھوڑ کر

میں وہ ہوں گمنام جب نے قبر میں نام آپ کا
رہ گیا بس نقشِ قدرت جگہ واں چھوڑ کر

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی میں لہرے سروِ خراماں چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترا ز دیرِ عشق
بھاگ گئیں ہیں مکتب سے ہم اوراقِ قرآں چھوڑ کر

اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک
لعل کیوں اس سنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر

شوق ہے اسکو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے
دمبدم چھوڑے ہے منہ سے دودِ قلیاں چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگیگا خوبیانِ عدن سے
باغِ ہستی سے چلا ہوں آپ پریاں چھوڑ کر

گھر سے بھی واقف نہیں ہوں سکے کہ جسکے واسطے
بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویراں چھوڑ کر

وصل میں گر ہووے مجھکو رویتِ ماہِ رجب
دیکھے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآں چھوڑ کر

اندنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوقؔ پر دِلّی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشتِ گمشدگی میں مجھے کہ ہے
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر

خود اڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر
اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہے دل کا قصد کماندار تیر اتیر — پر ہے نشان داغ سے وہ راو رشک پر
اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

اشعار متفرقات ردیف رای مہملہ

شوخ بخت برگشتہ گر کروں رقم پھر کر — تیر بازگشتی ہو ہاتھ میں قلم پھر کر

تو نے گل کو سر پہ رکھا جب چمن میں توڑ کر — میں بھی حاضر ہوں کہا غنچے نے منھ پھوڑ کر

وہ کہے کون ہے قربان مری اس تیوری پر — میں کہوں میں تری کہنے میں کے چھری گردن پر
تیرے دندان سی تمیز کی دیکھی جو بہار — اوس سی پڑ گئی گلشن میں گل سوسن پر

بعد مردن آپ کے رونے کو شتابی گور پر — جیتے جی آ سکتے ہو صورت تری در گور پر

رو کش یاں ہما ہیں اُن سے وا گیسو کے پر — بیکسی میں طائرِ دل کو پر ترسے تیر شکستہ پر
آنکھو نے پہ عرش اعظم پر اوڑا گئے ہیں پر — کیا غضب لے بیٹھا ہے ہو ہوں تیر شکستہ پر

یاد ابرو جو کھینچے ہیں ٹھوسنے میں ڈالکر — ایسا ہے کہ تیر دو آنکھیں نکال کر

اے دل وہ مہر غمزہ پنہاں عیاں نکر — آنکھوں سے دیکھا اور زباں سے بیاں نکر

آہ ہو نہیں دود دل جو نکالوں تو وہ کہے   اے تفتہ جاں ہوا ہو یہاں لینے دھواں نکے

اشعار متفرقات ردیف سین مہملہ

مجھ میں کیا باقی ہے دیکھے ہی جو تو آنکھ کے پاس   بدگماں ہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس
چمن سے بعد ہمیں جیسے سین و قاف قفس   قفس میں بند ہیں ہم مثل فائے ناف قفس

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خلوص   کہ جہاں عام ہے ہوتا ہے وہاں عام میں خاص
ساغر دل کی تو واقف نہیں کیفیت سے   دیکھ عکس رخ ساقی ہے جام میں خاص
خضر [illegible] حیوان حیاں بخش   ہے یہی خاصیت اوسکی لب دشنام میں خاص
شخص حقیقی ہیں نزدیک وہ خاصان خدا   خدمتی ہیں اونکے جو زمرۂ خدام میں خاص
کام وزارت ہی عاشق کا ترے ناکامی   کر دیا تو نے لگا اسکو ہی کام میں خاص
عشق کا جوشش [illegible] جوانی کی بہار   ہے ہر شخص کرتا ہے شدت [illegible] ایام میں خاص

ذوق اسمائے الٰہی میں ہے جیسا اسم اعظم
انس کے ہر نام میں عزت ہے ایک نام میں خاص

ردیف ضاد معجمہ

پر کتر کے کو جو صیاد نے چاہی ہے متعرض   ہاتھ ملتی کیسی ہے حال کیا ہی متعرض

بحر و بر میں نہیں کس کو ہوس قطع و برید
ناخن شیر ہے خنجر دُمِ ماہی مقراض

قتل کرتی ہیں ہزاروں تری آنکھیں کافر
ہے عجب طرح کی اک تیر نگاہی مقراض

کیا زباں چلتی ہے اُس بزم میں گستاخوں کی
منھ میں اُنکے یہ زباں ہے کہ الٰہی مقراض

محضرِ خون جو مرا سارا لکھ کر پھینکا
دیگی اس ظالم کی محشر میں گواہی مقراض

پاس کیا قطع تعلق میں کہ یکساں سمجھے
قطع میں کسوت درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف عین مہملہ

ذوق کیونکر ہو اپنا دیوان جمع
کہ نہیں خاطر پریشان جمع

ردیف قاف

پھر کر اِدھر اُدھر نہ ہمارا گیا قلق
لفظ قلق کی طرح سے وہی رہا قلق

ردیف کاف تازی

جو کھلکر انکا جوڑا بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

ہم اُنکی چال سے پہچان لینگے انکو برقع میں
ہزار اپنے کو وہ ہمسے چھپائیں سر سے پاؤں تک

جلے سرو ہیں سب اُسکے قد سرکش سے کھاتے ہیں
چمن میں سبز کیونکر ہو نہ جائیں سر سے پاؤں تک

مرا دل ایک دن اُس خوش ادا کی کس ادا کو میں
کہوں قربان تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک

سراپا شوق جائیں سر کے بل ہم جنکے جلسے میں
مثالِ شمع وہ ہمکو جلائیں سر سے پاؤں تک

نہوں بے پردہ تو بھی دو گھڑی ہو ہو کی شوخی سے
پھبن جلوؤں کی در پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک

بنایا اسلیے اس خاک کے پُتلے کو تھا انسان
کہ اُسکو درد کا پُتلا بنائیں سر سے پاؤں تک

سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دنیا سے — نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزہ اتنا ہی ذوق افزوں ہو جتنے زخم افزوں ہوں
نہ کیوں ہم زخم تیغ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

صفحۂ دہر پہ یکدل نہوا ایک سے ایک — دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل — بلا سے گر ہو لوالہ وہاں ہار میں دل
بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے — نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار میں دل
نکل نہ جائے دل اضطراب سینہ سے — برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ بار میں دل
ہمیشہ روزنِ سینہ سے کیوں ہے چشم براہ — اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل
ترا سنگار کبھی ہے وہ بلا کہ جائے گھر — پروئے زلف مسلسل کے تار تار میں دل
اڑیگا مثل شرر ٹکڑے ہوکے سنگ مزار — رہا اگر یونہیں گرم تپش مزار میں دل
برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر — نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل
فلک کے رنگ سے ظاہر ہے ماتمی آثار — خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل
برنگ شیشہ تو روز توڑے دل اُسنے — ہزاروں ایک ہمارا ہے ایک قطار میں دل
ہزار دشمنِ جاں سے ہے ایک دوست بُرا — جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل
نہوتیں خلد میں حوریں تو رہتا خلد میں کون — لگے ہے صحبتِ خوبانِ گلعذار میں دل
یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن میں دل — گرہ ہے تار میں یا میرے جسم زار میں دل

اُٹھا تو لائے مجھے میرے ہمنشیں لے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

ازل سے یوں دلِ عاشق ہی نور کی قندیل
کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دُرِّ بنا گوش نور کی قندیل
خجل ہی اختر صبح نشور کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کی تاب کمالِ ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہوا اُسکا فروغ
کہ اٹکے اسمیں نہ سر پُر غرور کی قندیل

رہے ہی جوں قمرِ منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کے بالیں گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
شیشۂ بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روزِ سیاہ میں خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو نار بخ باغ خلد بھی
کبھی پسند نہ اُس رشک حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہو دل ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیرہ ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ اُنکے رکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں تفتہ جا تو نکل
نہ گل ہو باد سے آواز صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آئینے کیوں جیش کور کی قندیل

ناشاد

دیوانہ ہوں ترا مجھے کیا کام کہ لوں گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنوں گل

شو ٹکڑے ہیں اُڑتی کے برنگ گل صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

اُس گل میں بنایا اثر سے ہوئے محبت
شو بار نکلتا اُسے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنی خانۂ دل سوز محبت
کافر ہو بتا شمع حرم کیونکہ کروں گل

پیکان تو دلدوز ہے سو فار ہے باہر
اُس تیر سے ہی دل میں رواں غنچہ برون گل

ردیف میم

پابند جوں خال ہیں کج پیشانیوں میں ہم
یارب ہیں کسکی زلف کے زندانیوں میں ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خطِ شکستہ میں
لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم

زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوشِ جنوں سے رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

پائی نہ تیغ عشق سے ہمنے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائیں جو آہ کو شرر افشانیوں میں ہم

پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید
پھر ہیں جنوں کی سلسلہ جنبانیوں میں ہم

کم بھی نہیں جگر پہ ہے اسقدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جوں خطِ سرنوشت ہیں پیشانیوں میں ہم

ہیں آئنہ میں صورتِ تصویرِ آئنہ
آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی جُدا
رکھتے ہیں تری شیفتہ چشمانیوں میں ہم

کیا جانیں ہم زمانہ کو حادثہ ہے یا قدیم
بیٹھے ہو مبتلا اسی کہ ہیں فانیوں میں ہم

کیوں جی کے ہجر میں ہوئے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہیں اُسکی پشیمانیوں میں ہم

پوشیدہ ان نگاہوں میں سرخوش ہیں آپ دن
شہرہ ہو کرتے ہیں نظر پوشیوں میں ہم

سینہ کا چاک سینے کی فرصت کہاں کہ ہیں
مصروف زخمِ دل کی نمکسانیوں میں ہم

ہیں کدورتِ دلِ صیاد گر نہ ہو
کیا کیا اڑائیں خاک پر افشانیوں میں ہم

دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور سے
اپنے سیاہ نامہ کی طولانیوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچے میں اُسکے ذوق
بہجائیں کاش گریہ کی طغیانیوں میں ہم

شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں یاں آنکھ سے اشک کا ہے مری ہو گرما

بل بے اے آتش غم دل کو کرے یہ تو گرم
کہ زمیں پشت سمک تک ہو تہِ پہلو گرم

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربت قند دیا کر کے پر آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپ غم سے اگر گرم مرا
سیخ آہن کی طرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر چلنے نہ جوں کشتۂ فولاد ہو خاک
نکلے ہی آتش سودا سے مرے لو ہو گرم

کاٹنا کا عید محبت کا نہ قاتل سے گلا
اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتش دل سے پس از مرگ برنگ شعلہ
خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خودرو گرم

مہروش جل بے ترے حُسن جہانتاب کی تاب
رُخ سے گرم آئینہ ہو آئینہ سے زانو گرم

کیا لکھوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سر محشر و رخ کو جھکا کے گیا وہ اور میں
چونکا اُسوقت کہ جب مُنھ پہ بہا لو ہو گرم

دست خورشید کی رعشہ سے سپر جائے چھوٹ
کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دلِ عاشق کے جلانیکا ہے سارا سامان
یعنی شعلہ ہے تری رنگ بھبھوکا رو گرم

کونسا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں
کہ ہوا آتی ہے کوچے سے ترے گلرو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا اُکل حموض یارد
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

ردیف نون

بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دور چرخ کسے فرصت نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اس زلف فتنہ زا کے لیے اے مسیح دم
کچھ دست شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روے زرد پہ کیا اشک لالہ رنگ
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں — دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں
ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش — درہم کی شکل صورتِ درہم سے کم نہیں
ساقی ملے ہزار فلاطوں ہیں خاک میں — جو خُم تہی ہے قالبِ آدم سے کم نہیں
اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا — لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں
شورابۂ سرشک سے دھوتا ہوں زخمِ دل — تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں
ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس زخمِ دل — مجھکو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں

اے ذوق کسکو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

ہاں تاملِ دمِ ناوک فگنی خوب نہیں — ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں
تشنۂ دشتِ محبت کیلیے اُس لب سے — کوئی دنیا میں عقیقِ یمنی خوب نہیں
گل پریشان ہوا ہنسنے کے چمن میں آخر — دیکھ اے غنچہ یہاں خندہ زنی خوب نہیں
خوبیاں یوں تو ہیں اس عالمِ تصویر میں سب — اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں
چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگاں سے کہ دیکھ — سر پہ بیمار کے یہ سینہ زنی خوب نہیں
یہ نہیں شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل — محتسب دیکھ نکر دل شکنی خوب نہیں
تابِ دنداں نہ دکھا بزم میں ہنس ہنس کر تو — کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہیں
بات تو ہم نے بنائی تھی وہاں خوب مگر — تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہیں
خلشِ خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود — دیکھ گل دعوئے نازک بدنی خوب نہیں
اُٹھتا ہی جائیگا اک دل سے دھواں آہ کے ساتھ — جیتے جی جلنے کا یہ سوختنی خوب نہیں

کون آتش نفس اے ذوق چمن سے گزرا
آج جو سردِ نسیمِ چمنی خوب نہیں

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں — اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

مغرور ہیں وہ طائر سدرہ ہی کیوں نہ ہوں
تیر نگاہ یار کے جو دور زد سے ہیں

نخوت پسند وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
رشتے ملتے ہیں پھر اک نیک ابتدا سے ہیں

وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کش تمنا
بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہیں

جان دادگان عشق سے پوچھو رہ فنا
آئیں جو باب خضر ابھی نابلد سے ہیں

چشم کرم ہے سر سے اُنکو جو بیوقوف
رکھتے امید دوستی اُس سرو قد سے ہیں

دشنام دو کہ بوسہ خوشی ہے سب آپ کی
رکھتے فقیر کام نہیں رد و کد سے ہیں

ہیں خشک دلوں کے ہو گر شہر فقیہ
تجویز کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں

وہ ایک دم کہ جس میں میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اسے عمر ابد سے ہیں

جاتے ہیں بال مرے روش نشہ شراب
ہو جاتے بدمزہ ہیں جو بڑھتے حد سے ہیں

ہرچند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں

جا ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پہ
عاری عباے ہوش و قباے خرد سے ہیں

مشہور طالبوں سے ہیں جو رکھتے در پہ سر و قدر پہ
ابجد کا قفل قاعدہ اب و جد سے ہیں

دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعوی سند سے ہیں

بلائیں آنکھوں سے اُنکی مدام لیتے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں کا کام لیتے ہیں

ترے غلام کے پیرو ہیں جتنے ہیں فتنے
قدم سبک کے وقت خرام لیتے ہیں

نصیب وصال کے روز فراق میں کیا کیا
نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں

تمہارے اسیر جو صیاد کرتے ہیں فریاد
تو پھر وہ دم ہی نہیں زیر دام لیتے ہیں

جھکا ہے سر تسلیم آہ تو پھر وہ
غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں

ترے قتیل بتانے نہیں تجھے قتال
حسیب آتے پوچھو علی ہی کا نام لیتے ہیں

ہم اُنکے زور کے قابل نہیں ہیں وہ شہ زور
جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں

فقط قمری نہ داغی غلام ہے اُنکا — وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں
ہمارے ہاتھ سے لے ذوق وقت مینوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

دود دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے میں — شمع ہے اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانے میں
میں ہوں وہ خشتِ کہن مدت سے اس ویرانے میں — برسوں مسجد میں رہا برسوں رہا بتخانے میں
مستی و ناآشنائی وحشت و بیگانگی — یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانے میں
ہیں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بنجائے شراب — جوشِ کیفیت سے مرے خاک کے پیمانے میں
عشق کو نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز — تخمِ اشکِ شمع ہو خاکسترِ پروانے میں
برقِ خرمن سوز دانائی ہے تا فہمی تری — ورنہ کیا کیا لطافت ہیں ہر دانے میں
کس نزاکت سے ہے دیکھو بتخانۂ حسن و عشق — زلف واں شانے نے کھینچی درد ہے یاں شانے میں
ایک پتھر پوجنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانے میں

رکھتا زبسکہ صحیفۂ دنیا سے ننگ ہوں — پارس کبھی ہو تو جانتا مردار سنگ ہوں
ہوں وہ شگفتہ دل کہ دوزخ میں تنگ ہوں — آہن کی طرح آگ میں بھی لالہ رنگ ہوں
جو ہے سو پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں — محفل میں اسکی کیا کوئی چوسر کا رنگ ہوں
منظور مجھکو ضبط مرے دل کو اضطراب — دل میرا جیسے سنگ ہے میں لیے سنگ ہوں
پروانہ میں نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ دوست — کبھی کبھی ہوں تو خالِ دہانِ تفنگ ہوں

مے ملا کر ساقیانِ ساحری فن آب میں — کرتے ہیں جادو سے پیدا آگ روشن آب میں
زلف افعی وش کو دھوتے گر وہ پرفن آب میں — ہو بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں
چشمۂ آئینہ میں کب تر ہوا پائے نگاہ — اسطرح جاتے ہیں بچا پاکدامن آب میں

پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کہیں مردوں کا منھ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

صحبتِ صافی دلاں سے ہوں مکدر تیرہ دل
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوّارہ وار
گو کہ میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بگردن آب میں

طاس قلمیاں میں رکھا ہے اُسنے ابرِ مُردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو لے برہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ منھ پہ اُسکے وقتِ خواب
بُرجِ آبی میں ہے مہ یا مہرِ روشن آب میں

میں وہ ہوں تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرّہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مستسقی کا دم ہو تا بگردن آب میں

سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب اے رشکِ گلشن آب میں

وعدہ ہے آنیکا اُسکے ابر کھلنے پہ تو آئے
ڈالتا ہوں دمبدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب میں

خط کو ہم لکھنے جو بیٹھے آنکھ سے ٹپکے یہ نمک
بہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفقِ من آب میں

اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

عِلم جسکا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں ہے تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمیں
پر ہمارے واسطے یاں منزلِ راحت نہیں

بسملِ تیغِ محبت کا لبِ ہر زخمِ دل
ہوتا والے شور و اویلا و واحسرت نہیں

منھ میں گر پانی چوا وے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں
جسکے نسخے میں دوا کی لفظ کو صحت نہیں

کھا کے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافرِ نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہمکو قرار
ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشتِ عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہیں

میری وحشت پانوں پھیلائے تو پھر دونوں جہاں
ہوں اگر اک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ایک دل اور اُسپر اتنے بارِ غم اللہ رے دل — اور اِس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ذوقؔ اِس صورتکدہ مین ہین ہزارون صورتین
کوئی صورت اپنے صورتگر کی بے صورت نہین

وقتِ پیری شباب کی باتیں — ایسی ہین جیسے خواب کی باتیں
اُسکے گھر لیچلا مجھے دیکھو — دلِ خانہ خراب کی باتیں
واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد — کر شراب و کباب کی باتیں
حرف آیا جو آبرو پہ مرے — ہین یہ چشمِ پُرآب کی باتیں
یاد ہین مہ جبین کہ کھول گئے — وہ شبِ ماہتاب کی باتیں
تجھکو رسوا کرینگی خوب اے دل — تیری یہ اضطراب کی باتیں
جاؤ ہوتا ہے اور بھی خفقان — سُنکے ناصح جناب کی باتیں
جام مے لب سے تو لگا اپنے — چھوڑ و شرم و حجاب کی باتیں
سنتے ہین اُسکو چھیڑ چھیڑ کے ہم — کس مزے سے عتاب کی باتیں
دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف — کہ یہ ہین پیچ و تاب کی باتیں

ذکر کیا جوشِ عشق مین اے ذوقؔ
ہمسے ہوں صبر و تاب کی باتیں

ہے جی مین اپنے غرہ جو سر کو توڑ دوں — آئینۂ خیال مکدر کو توڑ دوں
میں کاٹ دوں پہاڑ کو پتھر کو توڑ دوں — پر کیونکہ غیر سے بُتِ کافر کو توڑ دوں
کیا دورِ جام ہو جو گھمے سر پہ دورِ چرخ — گر چاک پر پھرے تو مین ساغر کو توڑ دوں
راہِ جنوں میں جلد اُٹھاؤں جو مین قدم — پائے رفیق و ہمت و رہبر کو توڑ دوں
کیا دشمنی ہے اہلِ کرم سے کہ ہے چرخ — یا تنک جھکاؤں شاخِ ثمرور کو توڑ دوں
ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی — باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

سر موج بحر عشق کو یہ بل ہے بے زور
کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں

نازک کلائیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

پہلے اس شوخ کو یاد کرے دل تو وہیں ذوق
نشتر چبھو سکے ہیں سر رشتہ کو توڑ دوں

نہ چھوڑا تار وحشت نے ہمارے جیب و داماں میں
مگر تار نفس سینہ میں سمجھو یا گریباں میں

کوئی ڈھونڈے سکندر دل کو ہم داغ سوزاں میں
ملے کھوج ایک پروانہ کا کیا اتنے چراغاں میں

گئے ہی جا بجا ہو اے دل شکایت تشنہ کامی کی
رہے آب اسکے جبتک تیغ میں خنجر میں پیکاں میں

ہدف ہے تیر کا اسکے گل ہر داغ دل میرا
ہمیشہ آب پیکاں سے ہے شبنم اس گلستاں میں

جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو ہرگز
نہ پیتا آب حیواں ڈوب مرتا آب حیواں میں

آج انسے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہیں
پر نہیں معلوم کیا کہوینگے کیا کہنے کو ہیں

وصف چشم اور وصف لب اس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم درس اشارات و شفا کہنے کو ہیں

ہیں دہن غنچوں کے وا کیا جانیں کیا کہنے کو ہیں
شاید اسکو دیکھکر صل علےٰ کہنے کو ہیں

ہیں ترے ہاتھوں کے قربان واہ کیا مارے ہیں تیر
سب دہان زخم تجھکو مرحبا کہنے کو ہیں

وہ جنازے پہ مرے کسوقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہوں میں
مانند سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

تارا سا تہ میں ہوں میں کنوئیں کی بہ رنگ آب
نام آسماں پہ میرا ہے زیر زمیں ہوں میں

ہوں طائر خیال نہ پر ہیں نہ میرے بال
پر اوڑکے جا پہونچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہے شور الغیاث صریر قلم نہیں

گو اضطرابِ دل کو بیاں کرتے ہم نہیں — پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں
ہے لوث خشتِ زر سے بھی دامن ہمارا پاک — گر چھینٹ بھی پڑی تو بجز درم نہیں
یہ ضبط پیچ و تاب کہ میرے سر ہزار — گیسوئے دودِ شمع میں بھی پیچ و خم نہیں
منصوبہ ہارنے کا مرے کرتے ہیں حریف — اور مجھ میں شغل بازیِ شطرنج دم نہیں
سرباز عشق کے لئے دار الامان کہاں — محفوظ قطع سے سرِ شمع حرم نہیں

گزرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں — کہ جیسے جائے کوئی کشتیِ دخانی میں
رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں — کہ بو فساد کی آتی ہے بستہ پانی میں
وفورِ اشک اگر شعر با درج ہو اپنا — فلک برنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی میں
کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا — بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی میں
نہیں خضاب سے مطلب ہیں یہ موئے سفید — سیاہ پوش ہوئے ماتمِ جوانی میں
وہ سدا سے نگر کو سدھارے اور انکی کھوج میں ہم — پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی میں
سپہر دل کے کہو دیکھیں جبین ابروئے یار — کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی میں
ہمیشہ ہے تجھے سرمایۂ لقا میں بقا — حباب وار ہوں میں آبِ زندگانی میں
بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق ؛؛
تری زبان کا مزہ تیری شعر خوانی میں ؛؛

تو کہے غنچہ کہ اس لب پہ دھڑی خوب نہیں — عیب کہ منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں
سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح جب تک — منہ لگاتا ہوں اُسے دو چار گھڑی خوب نہیں
قد نہ ہو سرکش ہے ابھی تک کہ تری آنکھوں سے — دستِ مژگاں سے کوئی دھول جڑی خوب نہیں
تنہا پڑے ہیں تیغِ ستم عشق کی کیا منہ ہے ترا — بوالہوس تجھ کو کوئی ضرب پڑی خوب نہیں
خوبرویوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس

قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

ہیں نہاں محو خود نمائی میں — پیر ہے پیر خودی خدائی میں
ہو کے اک بوسہ پہ ترش ابرو — بات کو ڈالنا کھٹائی میں
نہین بگھی میں وہ فرنگی زاد — ماہ ہے منزل ہوائی میں

ذوق ہے اک رند شاہد باز
اسکو کیا دخل پارسائی میں

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں — وہ پہلے بزم میں دیکھیں کدھر کو دیکھتے ہیں
گہر کو جوہری صراف زر کو دیکھتے ہیں — بشر کے دیکھنے والے بشر کو دیکھتے ہیں
وہ روز ہمکو گذرتا ہے جیسے عید کا دن — کبھی جو شکل تمھاری سحر کو دیکھتے ہیں
بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر — ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں

اشعار متفرقات غزلیات ناتمام

ردیف نون

خط پڑھ کے اور بھی وہ ہوا پیچ و تاب میں — کیا جانیں لکھ دیا اُسے کیا اضطراب میں
یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں — واں ایک خامشی تری سب کے جواب میں

بے بادہ غورگی میں ہوا ذوق جوں مویز
کی توبہ بیوقوف نے ناحق شباب میں

ابکی دل لے لوں تو پھر اوس بُت قاتل کو نہ دوں — جان دوں مال دوں ایمان دوں دین پر دل کو نہ دوں
چار ٹکڑے کرو دل کے کہ نہیں ہو سکتا — لب کو دوں رُخ کو نہ دوں زلف کو دوں خط کو نہ دوں

لگے ہیں ہم پہ ترے ناوک مژگاں دل میں — اتنے موتی یہ نہیں جتنے ہیں پیکان دل میں

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجراں دل میں
ہمنے جانا تھا کوئی دن کا ہے مہماں دل میں

گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اسمیں
کہنا آئینہ نظر عین خطا ہے اسمیں

تو نگین توڑ نہ دل کا کہ بڑی محنت سے
اسم کو میں نے ترے کندہ کیا ہے اسمیں

نہ ڈال آبلہ اسے گرمیِ فغاں منھ میں
کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگھنیاں منھ میں

ہمارا پی کے لہو تیر سے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زباں منھ میں

کیوں نہ لڑوائیں انہیں غیر کہ کرتے ہیں یہی
ہمنشیں جنکے نصیبے کہیں لڑ جاتے ہیں

اتنے بگڑے ہیں وہ مجھسے کہ اگر نام انکا
لکھتا کاغذ پہ ہوں تو حرف بگڑ جاتے ہیں

اسیرِ رنج و غم ہوں مریضِ جاں بلب ہوں میں
اہاہا اسیر اتنک جیتا ہوں میں کہ کیا عجب میں ہوں

جو مانگوں موت دردِ ہجر سے مجھکو نہیں زیبا
کہ نام عشق لوں اور اسقدر راحت طلب میں ہوں

نے رنگِ کفک ہوں نہ ترا فندقِ پا ہوں
میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں

مجنوں مجھے سمجھے ہے چراغِ رہِ مقصود
میں ناقۂ لیلیٰ کا مگر داغِ کفِ پا ہوں

وہ مہر ہوں میں تاب وہ گوہر ہے تو میں آب
نہ مجھسے جدا وہ ہے نہ میں اُس سے جدا ہوں

کرے وحشت بیاں چشمِ سخنگو اسکو کہتے ہیں
یہ سچ کہتے ہیں سر چڑھ کے بولے جادو اسکو کہتے ہیں

سوالِ بوسہ کو ملا جواب چینِ ابرو سے
براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اسکو کہتے ہیں

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اسکو کہتے ہیں

عدو ذیشان ہر دم ہے میرے درپئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہیں

جو پوچھے عقل یہ مجھسے بتا کیا نام ہے ترا
کہوں دیوانۂ چشمِ پری رو اسکو کہتے ہیں

کبھی شیریں نہ دل سے کوہکن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہیں ہے زورِ بازو اسکو کہتے ہیں

دنبالے سے سرمہ کی دھواں ہیں تری آنکھیں
کہتی ہیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تری آنکھیں

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحاں تو کیا
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہیں
ہنسنے دو چارہ گرو ہنستے ہی گھر بستے ہیں

صوفی ہو کہ ہو شیخ قائل مرے دونوں ہیں ——— پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونوں ہیں
مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آتے ہیں ——— بیوفا پوچھے ہے کیا دیر سے لیجانے ہیں
میں ہوں وہ جگر خون کہ مسامات بدن سے ——— گر خون بھی نکالوں شفقی رنگ نکالوں
کہتی ہے ماہی بریاں کہ دم بیرون قضا ——— داغ دیتے ہیں اُسے جسکو درم دیتے ہیں
جس جگہ بیٹھے ہیں بادیدۂ نم اوٹھے ہیں ——— آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اوٹھے ہیں
کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسوں ——— ہوئی برسوں نہوئی پر وہ تمہاری پرسوں
یہ طوق اسواسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں ——— کہ تھا بلبل کی قسمت کا پڑا قمری کی گردن میں
زاہد گمراہ کے کسطرح میں ہمراہ ہوں ——— وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں
ہائے کل سب آشنا تیرے مریض عشق کے ——— تھے علاج ضعف دل اور ضعف تن کی فکر میں
آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشم پُر آب ——— گاہ تدبیر لحد میں گہ کفن کی فکر میں
رخصت جو ہوئے ہو کر جاتے وہ اپنے گھر میں ——— گھبرا کے پہونچتے ہم وہاں اُنسے پیشتر ہیں

ردیف واؤ

دانہ خرمن ہے ہمیں قطرہ ہے دریا ہمکو ——— آئے ہے جز میں نظر کل کا تماشا ہمکو
اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو ——— کہ فلک آیا نظر نہال سے چھوٹا ہمکو
ہم وہ مجنون ہیں کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو ——— اور جنون خیمۂ لیلی ہے سویدا ہمکو
اُس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہمکو ——— لکھا ریا ہے خموشی ہے سویدا ہمکو
رکھیو ملدر بس ایسا اسے چرخ نہ اتنا ہمکو ——— ہنسنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو
شوق گلگشت میں ہے گلگشت چمن کا ہمکو ——— چاہیئے جا ہیئے [illegible] اگر دل [illegible] ہمکو
ہوویگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا ——— آ گیا اپنے اگر [illegible] رونا ہمکو
بستگی دل کو ہے کیوں اُس گرہ زلف کے ساتھ ——— کیا سبب [illegible] کھلتا [illegible] ہمکو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گرد رم آہو کی طرح
بھاگتے ہیں دور ہی سے دیکھ کے صحرا ہمکو

کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں نے بنایا ہے سراپا ہمکو

جا بجا نام تو جوں نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہمکو

اور پھر دکھاں ہو نہ ہوا اے حضرت دل
درد اب تمکو ہمارا ہو تمہارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنایا تھا ہتھیلی کا پھپھولا ہمکو

اثر کچھ ہے طاعت سے بھی اپنے پیدا
نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت میں ملا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

ایک دم تنگ وہ آئے تجھے بغل میں لیا پھر
غم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو

تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پائے
ہو بشرطے ترے آنے کا بھروسا ہمکو

آن پہنچی سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں مانع شوق
تری جانب پر پرواز ہیں اعضا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف چون گل بازی آتش
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے پہ کہ اس کو خط لے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو

ہر قدم پاؤں میں سر رکھتے ہیں خار سر دشت
اے جنوں تو نے تو کانٹوں میں گھسیٹا ہمکو

گرتے جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
پر وہ کچھ ہم سے سنیگا جو کہے گا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط کوے دل
طوف گرداب صفت چاہیئے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سوتے میں تری زلفوں کے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہمکو

حرف تلخ اس لب شیریں سے ہر اک بات آہ
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہماری گل زعفرانہ اگے
کہ کسی گل کی تو دو رنگی نے ہے مارا ہمکو

ایکدم عمر طبیعی ہے یہاں مثل حباب
فکر امروز نہ ہے نہ غم فردا ہمکو

جتنے عاشق ہیں بہم ایک کا ہے ایک غریم
شمع سے چاہیئے ہے خون کا دعوی ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہِ عشق فلک
ارہ سان دیتا ہے دندانِ عوض پا ہمکو

دل میں تھے قطرۂ خون چند سو مانندِ انار
نہ رہے وہ بھی جب اُلفت نے نچوڑا ہمکو

ملگئیں خاک میں جو صورتیں تھی اُنکا خیال
کیوں نہ فانوس خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہیں وحشی لاغر کہ چھپا لیتی ہے
زیرِ دامن نگہ آہوئے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُسکی تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو
خاک میں تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیوں کرتے ہو فتراک سے باندھا ہمکو
چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اوس یار نے سمجھا ہمکو
خط بھی جو خط شکستہ ہی سے لکھا ہمکو

باعث رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو
تجھ پہ بن دیکھے ہے غش جسنے کہ دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو
لیگئے اشک بہا جوں کفِ دریا ہمکو

اسپہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے وہی خنبش لبہائے جراحت پسِ قتل
کس لب تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہیں گرم رو راہِ وفا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہمکو

خال سُرمہ کا تمہیں چاہیئے زیبائش کو
اختر سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

یہ تو یوں مضطرب اور سینہ میں لاکھوں سوزن
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہمکو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کار
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو

خط توام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو

کون خاطیدہ تھا خاکِ سر کو پر تیرے
خواب شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہمکو

جسکی آواز سے ہوں رونگٹے سو ہانکے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہمکو

اک حلاوت ہے عداوت میں بھی اُس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

دیکھا آخر کو نہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو

ٹپکے ہے جائے عرق ہر بنِ مو سے پیکان
یہ ہدف کسنے کیا تیر جفا کا ہمکو

ہمسفر ہو نسکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہونچا سنے گیا تا لب دریا ہمکو

ہم وہ ہیں رند کہ اِس عالم پیری مین بھی ہو
آتش میخانے سے جون پنبۂ مینا ہمکو

سنگدل تین دن اب گرہ مین بھی بھاری ہین
ہے سوم مین ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو

تو ہنسی سے نہ یہ کہہ مرتے ہین ہم بھی تمپر
مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو

پھرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پر خنجر
ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہمکو

گرمیٔ تپ سے ہوا سوز درون جو افشا
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو

حسرت اے خواریٔ وحشت کہ گریبان کا تار
ہو گیا ضعف سے تارِ رگ خارا ہمکو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہمنے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو

نہ اُٹھین شور قیامت سے بھی وہ مست ہین ہم
کہے جبتک کہ نہ قُم قُم لب مینا ہمکو

ہم تبرک ہین بس اب کرنے زیارت مجنون
سر پہ پھرتا ہے لئے آبلۂ پا ہمکو

وصل کا اُسکے تصور جو بندھا رہتا ہے
تو مزے ہجر مین بھی آتے ہین کیا کیا ہمکو

واہ قسام ازل صدقے ہم اِس قسمت کے
جام عشرت آے اور داغ تمنا ہمکو

دل میں نشتر نگہ یار کا آ ہی کھٹکا
وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

قطعہ

رہی ہر طرح ہے صید ہی کے کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اُس بت بیدرد کے ایذا ہمکو

صید ہی مین نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھہری تو پھیڑ کا ہی کے چھوڑا ہمکو

ذوق بازیگہ طفلاں ہے سراسر یہ نہیں ؛؛
ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو ؛؛

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن خدا نہ دے تجھے اے پنجۂ جنون
دیگا تمام عقل کے بخیے ادھیڑ تو

ہمدردان کا تو سر نہ چلا لاکے اسلیئے
تجھکو دیا کہ حلابہ کرے پان سے اپیڑ تو

اے زاہدو درنگ نہ پیر آب کو بنا
مانند صبح کاذب ابھی سے ہے ادھیڑ تو

اس صید مضطرب کو تامل سے ذبح کر
دامان و آستین نہ لہو میں لتھیڑ تو

جو سوتی بھیڑ باعث غوغا جگائی پھر
دروازہ گھر کا اس سگ دنیا سے بھیڑ تو

مر جائیگا جو تیرا گرفتار دام زلف
تربت پہ اسکے جال کا پائیگا پیڑ تو

یہ گلشن ہے دہر نہیں منزل فراغ
غافل نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ تو

آوارگی سے کوئے محبت کی ہاتھ اوٹھا
اے ذوق یہ اٹھا نہ سکیگا کھکھیڑ تو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل
عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہیں شور قیامت جسکو وہ ہے چشم یار
تیرے مستوں کی جو خیز خواب غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ میں پروانہ سا کر ہم ضعیف
آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو

انتظار یار میں جو چشم ہو جا دے سفید
مردمک اسمیں کہاں ہو داغ حسرت ہو تو ہو

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہو پست قامت ہو تو ہو

اب زبان پہ تو کبھی نہیں آتا کبھی لفظ کلام
اگلے مکتوبوں میں کچھ رسم کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی ہوئی سنتی سیکڑوں میں ہے
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو

تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزید قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پاؤں پر جان ستحق ہو

کتاب محبت میں اے حضرت دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آنکر تمکو دیکھا تو وہ ہی لیئے دست افسوس کے دو ورق ہو
کہ دونوں آنکھوں کے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہ چار دہ تم
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو
یہ کشتوں کا اوس مانگ کے یاں پتا ہے کہ ان تیرہ بختوں کے مرقد پہ کوئی
اگر سنگ موسیٰ کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی اس درمیان وہ شق ہو
مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تو نے تو یوں تھا سمجھکر نکلجائے جان کچھ جو ستد رمق ہو
اگر رشک گلشن نہو مجھسے باہم تو گلشن میں ہووے یہ مستی کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آواز ضیغم چمن مجھکو اک وادئ لق و دق ہو
اگر زخم سینے سے پھاہا اٹھاؤں تو خورشید محشر کو تپ سی چڑھاؤں
وگرنہ یہ داغ دل کو دکھاؤں تو صبح قیامت کا منہ دم میں فق ہو
یہ بحر و قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمیں
نہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

غزل دیگر

جس ہاتھ میں خاتم لعل کی ہے گر اسمیں زلف سرکش ہو
پھر زلف ہے وہ دست موسیٰ جسمیں اخگر آتش ہو
اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہے
تو روشن حلقۂ جیب سے اپنے دیکھ تنور آتش ہو
ہو تیرا سیہ رو صبح ہجراں مجھسے رخصت مہوش ہو

کیوں کھینچوں آہ کہ خود بھی پنہاں زیر دود آتش ہو
لبریز شراب ناز دکھا تو ساغر چشم کافر کو
تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دلکش میکش ہو
تم وہ زخم دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر برش تیغ ناز سے اپنے دل میں کرتے غش غش ہو
دل نخل میں قد کے جوں زکریا چھپ کر چشم کافر سے
اب ارّہ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو
لبیک و اذان ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل تا لہ لئے
دل کھینچے میں ہاں کوئی ہو ہر ایک نوائے دلکش ہو
بن تیرے گھر کے آرائش دشمن جان ہو عاشق کے
محراب طاق کمان بنجائے دستہ نرگس ترکش ہو
مانند نمکدان چرخ پہ انجم حق نے بنایا اس خاطر
تا ہر لب زخم حسرت اپنا ہجر کی رات نمکچش ہو
گر کلک آہ کو پھیروں میں تو سرمۂ دود دل سے پھر
شب صفحۂ ماہ منور کا جوں سینۂ باز منقش ہو
جب ضعف سے مجکو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے
بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پر تم حد غش ہو
اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاک کوئے قاتل نے
ہاں دفن کو اپنے کشتوں کے ایسی ہی زمین دلکش ہو
اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوق ہے تمنے لکھی ہے
ہاں وزن کو جسکے سنکر شاداں روح خلیل و اخفش ہو

دن کٹا جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے تو پاس نہیں دوڑے ہے گھر کاٹنے کو
ہائے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو
اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اسکے آنسو ہی کفایت ہیں جگر کاٹنے کو

بجا کہے جسے عالم اوسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو
نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو
پڑے کتاب کے قصو نہیں کیا کرو دل صاف
جو دل ہو صاف یہ از روضۃ الصفا سمجھو
ہنسے جو وہ مرے رونے پہ تو صف مژگان
نہ سمجھو تم اسے دیوار قہقہا سمجھو

اثر ہے وہ مری وحشت کا پتھر جس سے مشتعل ہو
نگین پر نام گر لکھدون نکلکر گھر سے باہر ہو
ترا مجنون نفتہ وحشتوں میں آتش قدم گر ہو
جلا دے زیر پا گر خار مژگان سمندر ہو
بچائے حق تعالیٰ اوس یزید زند مشرب سے
کہ خون سید کا ر حسن بیرحم کو خون کبوتر ہو
رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
روانی تیغ کی پابستہ زنجیر جوہر ہو
ڈبودین گر سبکدوشی آشنا کو اپنی صحبت میں
تو آہن ساتھ کیوں لنگر کے دریا میں شناور ہو

کوسوں کیا تنگئ زمانے کو
کہ نہیں جا ہے سر اوٹھانے کو
قصد کعبے کا تھا پھرے اوٹھے
چوم کر اسکے آستانے کو
تو مکدر رہو تو عشق میں ہم
ایک آندھی ہیں خاک اوڑانے کو

یہانتک لاغری ہے اس تری بیمار کی تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوق گردن چشم سوزن کو
زیادہ ہوتا ہے پیری میں فریب نفس امارہ
یہ بالوں کی سپیدی شیر ہے اس مار پر فن کو
کمند نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی
لپٹ کر مشق طوق فاختہ عنقا کی گردن کو

ہجوم آور جو آنکھو نمیں ترا شوق تماشا ہو
تو شاخ ہر مژہ سے چشم نرگس وار پیدا ہو
سگ دنیا بسا زفر دن بھی دامنگیر دنیا ہو
کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھانس پیدا ہو

تصور کس طرح سمجھوے ترا اس چشم گریاں کو
نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو

نکالوں کس طرح سینے سے اپنے تیرِ جاناں کو
نہ پیکاں دل کو چھوڑیگا نہ دل چھوڑیگا پیکاں کو

بکھرا دیا جلوے نے ترے چشمِ صنم کو
چکرا دیا غمزہ نے ترے طوفِ حرم کو

کیا پوچھتا ہے تو عمل بغض و محبت
چاہا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

دیکھا دمِ نزع دلآرام کو
عید ہوئی ذوق وے شام کو

تم بھی ملکر نہ غرفہ سے نکالا منھ کرو
اور نہیں کرتا تو جاؤ کالا منھ کرو

یا تو یا ہیں دوستی تجھکو بت بیباک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

منزلِ گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سے ہو
آسماں بھی ہو اگر وہاں تو بیگانہ سے ہو

اشکباری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو
کتنے پانی میں ہیں فوارے بھلا دیکھیں تو

جتنا ہی نمک تم مرے زخموں میں چھپاؤ
پلکوں سے اٹھاؤگے نہ ہاتھوں سے گراؤ

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پر ہنستے ہنستے شادیِ مرگ مسیحا ہو

چرخِ ضدی ہے کوئی سند نہ دلائے اسکو
گر سنے عود کو عرقی تو جلائے اسکو

غیر کیجئے نوفل کی تو مجنوں ازل ہاموں کو
کیا وہ تا صبا کھنچوائے شاخِ بیدِ مجنوں کو

عبث تم اپنا رکاوٹ سے منہ بناتے ہو
وہ لب پہ آئی ہنسی دیکھو مسکراتے ہو

جاتے ہیں انہو کو بت لالہ فام کو
اپنا تو بس سلام ہے دارالسلام کو

کہا ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

ردیف ہائے ہوز

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم اور زیادہ

دیں کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ
قیمت میں بڑھے دل کی درم اور زیادہ

ساتھ اپنے ہے اب فوجِ الم اور زیادہ
کرلو کبھی پابندِ آہ علم اور زیادہ

تیز آپ نے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ
مشتاقِ شہادت ہوئے ہم اور زیادہ

سرکٹ کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ
جوں شاخ بریدہ ہوکے قلم اور زیادہ

گر شرح جنوں کیجیے رقم اور زیادہ
ہو چاک ابھی جیب قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دم باز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ

گھبرانا جو یاد آیا ترا ہوکے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینہ میں دم اور زیادہ

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت سے محبت کی ہے ہر زخم جگر کو
ذوق نمک درد و الم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نہ ورق چرخ کو اے دل
نالے سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہوویگا دو چار قدح سے مجھے ساقی
ہیں لوں گا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بار محبت
ہو پشت فلک میں ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی بجا سیدھی نگاہوں پہ کھچوں تیغ
سیدھی ہی تو ایک اس میں ہے خم اور زیادہ

ہو جسکو بسان زمر کہیں یاد دہن تنگ
تنگ اسکو کرے کنج عدم اور زیادہ

اس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چھانے
پیدا ہو ہم افعی میں ہو خم اور زیادہ

اس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر کھلانا مجھے سم اور زیادہ

ہنستی تنک یار نے کچھ پھونکا ہے ایسا
ابھرے ہے حباب لب یم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یاروں کا گیا اس پہ بھرم اور زیادہ

ہے سوز محبت سے مری خاک میں گرمی
کیونکر نہ اٹھائے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آہوے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغن تقطاب مری گریہ میں اے چشم
بھڑکے ہے جو یوں آتش غم اور زیادہ

ہے نکہت ریحان کا دماغ اب کسے مجھ میں
آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہیں پچے بات کب اولنے
روکیں تو ابھر جائے ہے شکم اور زیادہ

مہمیز شتر خار سے نکلا سر صحرا
کچھ تو سن وحشت کا قدم اور زیادہ

صیدِ دلِ عاشق میں ہے مصروف وہ کافر — بیخوف ہیں اب صیدِ حرم اور زیادہ
گر سرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی — سوجھیں اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ
اے خنجرِ خونخوار نہ پرسش میں کمی کر — ہاں تجھکو مرے سر کی قسم اور زیادہ
کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رُکی ہے — اُتنا ہی اُسے چاہیں ہیں ہم اور زیادہ
چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے — کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ
سرعت ہے ابھی نبض میں جوں موجِ رمِ برق — کیا ہوگا جو ہوگی تپِ غم اور زیادہ
کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس — اُس تیغِ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ
کیوں میں نے کہا تجھسا خدائی میں نہیں اور — مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ
کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر — لے عشق کا بھر اُسکے تو دم اور زیادہ
اُس عاشقِ بیچارہ کا ہے آج بُرا حال — گریہ سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ
پیٹے سر بستر پہ پڑا پاؤں کہاں تک — بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ
ہے باغِ جہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی — کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمر ور کو جھکا کر — جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو کنجِ قناعت میں ہے تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر اُنھیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقتِ نالہ کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ — ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
میں ناتواں ہوں خاک کا پروانہ کے غبار — اُٹھتا ہوں رکھکے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ
خط دیکے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے — پر اُسنے رکھدیا دہنِ نامہ بر پہ ہاتھ
کھاتا ہے اِس مزے سے غمِ عشق میرا دل — جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ

جوں نبض باخبر تو نہ جلا انگلیاں طبیب	رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ
اے شمع ایک چور ہے بادِ نسیم صبح	مارے ہے کوئی دم میں ترے تاج زر پہ ہاتھ
چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نہ شکیب	تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ
قاتل کبھی نہ تو نے اٹھائے ہزار حیف	آکر مزار کشتۂ تیغ نظر پہ ہاتھ

جو دیکھے اسکو تھام کے دل بیٹھ جائے ذوق
جب نازسے کھڑا ہو وہ رکھ کر کمر پہ ہاتھ

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ	اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ
ہے انکی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ	سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ
روز آفتیں نئی ہیں دلِ پُرمحن کے ساتھ	جب دیکھو زخم تازہ ہے زخم کہن کے ساتھ
یاد آگیا ترا قدِ رعنا جو باغ میں	کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ
وحشی کو ہمنے دیکھا اس آہو نگاہ کے	جنگل میں پھر رہا تھا اکیلا ہرن کے ساتھ
ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں	ٹکڑے اڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ
افسردہ دل کیواسطے کیا چاندنی کا لطف	لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ
پایا ذرا اثر نہ کہیں رات بھر پھرے	سر مارتے یہ آہ سپہرِ کہن کے ساتھ
اللہ ری لاغری کہ ترے ناتواں کی نعش	اوڑتی پھری ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ
دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سینہ سے پیچ شر سست	آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ
گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں	آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ
اللہ ری تابِ حسن کہ اس کا دُرِ بُلاق	چشمک زنی کرے سہیل یمن کے ساتھ
وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار	باتیں کرے ہے سقف سپہر کہن کے ساتھ
تیرے بلاکش اژدرِ دوزخ کو کھینچ لیں	اک آتشیں کمند دل شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا

جبتک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

جنون کی جیب دری مین خوب چلتے ہاتھ — سلوک سینے سے بھی کچھ تو کرلے چلتے ہاتھ
ملا جو غیر نے عطر اُسکو وان تو رشک سے یان — لکیرین مٹ گئین ہاتھونکی ملتے ملتے ہاتھ
نہ آیا گور پہ میری وہ ہو فنا ورنہ — گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ
جو چھیڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جان — تو وہ کہے کہ لگا تو نہ جلتے جلتے ہاتھ
فقیر وجد مین گر ہاتھ اُٹھائے عالم سے — تو ہو پہنچے عرش پہ وہ کودتے اُچھلتے ہاتھ
مریض سوز محبت کی دیکھتا گر نبض — تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے چھلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری مین کسطرح ہو ذوق
نہ اب ہین پانوں سنبھلتے نہ ہین سنبھلتے ہاتھ

متفرقات ردیف ہائی ہوز

رُقعہ چوری سے اُسے بھیجا ہے انجان کے ہاتھ — کیسی رسوائی ہے پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ
تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ — ایمان کی کہین گے ایمان ہی ہے سب کچھ
نگہ وہ ترک کہ جسکی نہین جفا کی پناہ — اور اُس کی آنکھ وہ کافر ہے بس خدا کی پناہ
زیادہ ہوگا توکل سے کہین بھی رُوزہ — کہ اسمین آیا تو روزی ہے اور نہین روزہ
لے نگاہ مہر سے دل مت بچشم قہر دیکھ — گر دیئے سے جھرے تو دے نہ اُوسکو زہر دیکھ

ردیف یائی تحتانی

ہین ترے رشک خط رخسار سے — دل مین آئینہ کے جوہر خار سے
شرح فرط حسرت دیدار سے — جونک ہے کم نہین طومار سے
کھائے داغ آتشین رخسار سے — کم نہین دل مرغ آتش خوار سے

ہاتھ اوٹھاؤ عشق کے بیمار سے — کوئی بچتا بھی ہے اِس آزار سے
اُنس ہے کیا دل کو تیر یار سے — ہے مشابہ زخم بھی سوفار سے
میرے طرز نالۂ ہائے زار سے — ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے
یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے — مست جیسے خانۂ خمار سے
فرش گل پر مجھ بکے ہجر یار سے — کم نہین تار رگ گل خار سے
آئینہ اُس شعلۂ رخسار سے — گرم ہے دکان آتش کار سے
بے نصیب اُسکے ہین گرد دیدار سے — سی دو آنکھون کو نظر کے تار سے
مارے گر سیلی وہ زلف پر عرق — جھڑ پڑین دندان وہان مار سے
غنچہ ہیچ تبسم سے ترے — گل چمن مین ہین جگر افگار سے
وا نصیبہ قسمت تلخ کامی ہو نصیب — ہمکو اُس کے لعل شکر بار سے
کرتا ہے دست جنون جب کشمکش — جی اوچھتا ہے نفس کے تار سے
سُنکے میری جانکنی کو کوہکن — جون صدا اولٹا پھرا کہسار سے
یہ بھی اوس نازک بدن کو بار ہو — گر کمر باندھے نظر کے تار سے
نقطۂ خال اُسکا سودا خیز ہے — پھرتے ہین اک پانون ہم پرکار سے
اُٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا — دب کے تیری سایۂ دیوار سے
توبہ توبہ کہتی استغفار ہے — وقت توبہ میری استغفار سے
اپنے دامن کو بچا کر جائیو — برق میری وادی پر خار سے
چاہیئے بحر محبت مین ہمین — کشتی اُسکی تیغ لنگر دار سے
اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے — کم نہین مژگان کی صف دیوار سے
تیرے ہی پانون پہ اے قاتل گرا — سر مرا اوڑ کر تری تلوار سے
اوس دہن کا نکتۂ موزون عجب — منتخب ہے مخزن اسرار سے

صاف اک ابر شفق آلودہ ہے / زلف اسکی سرخیٔ رخسار سے
خاک عاشق پر اُٹھے جاسے غبار / فتنۂ محشر تری رفتار سے
ناکسوں سے کیا رکیں وارستگان / اُٹھے کب دامن صبا کا خار سے
زلف کی تیجی سے دل ڈرتا نہیں / بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

قطعہ

دل کو آئینہ کے گر کر دے گداز / یار اپنے گرمیٔ رخسار سے
جوہر اوس سے یوں اٹھالیں جس طرح / حرف قرطاس غلط بردار سے
بے تمیزوں کو ہو نقصان لطف ذوق
لیں ہیں نام طفل آدھا پیار سے

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دار الشفا سمجھے / اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے / اُسے تیر قضا اسکو پر تیر قضا سمجھے
شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے / بہا خون کو دے قاتل میں اُسیکو خونبہا سمجھے
وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے / کہ جو زہر آب تیغ یار کو آب بقا سمجھے
ہر اک گردش میں سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے / فلک کو ہم کسی کافر کی چشم سرمہ سا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے / اور اسپر بھی نہ سمجھے وہ تو اُس بت سے خدا سمجھے
بُرائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے / بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرام جان مبتلا سمجھے / پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے
وہ ہمسے خاکساروں کو جب اپنا خاک پا سمجھے / ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے
ترے کشتے جو یوں خواب عدم میں یک بیک چونکے / مگر شور قیامت کو تری آواز پا سمجھے
نسیم صبح گلشن میں اگرچہ ہو دم عیسیٰ / ترا بیمار غم تجھ بن سموم جانگزا سمجھے

رواں ہوتا ہے اس بستاں سرا سے کاروان گل | چٹکنے کو صبا غنچہ کی آواز درا سمجھے
ندی رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے | اسے بھی آپ کیا میرا ہی بخت نارسا سمجھے
حساب اچھا نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا | حساب دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے
اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دو | کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے
کرے آہ رسا میری جو سیر عالم بالا | فلک کو بھی یوہیں ایک آبلہ ساز یر پا سمجھے
ہنسے ہے زخم دل تدبیر پر جراح کی کہدو | کہیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے
محبت سے ذرا گر موم ہو اوس دلکشن کا دل | دل شکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے
عدو آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبوں کا | کرینگے لیکے خط کیا مدعی سے مدعا سمجھے
مجھے آتا ہے رشک اوس سے ندیم آشام ساقی | نہ جو دع ما کدر جانے نہ جو خذ ما صفا سمجھے
نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمر رفتہ کا | مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے
خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بیخبر بالکل | ترے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے
نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں انھوں کے | گلیم تیرہ بختی سے یہ ہم ظل ہما سمجھے
کشاد کار ہمنے پنجۂ تقدیر کو سونپا | خرد کے تیز ناخن ناخن انگشت پا سمجھے
بلا اس زلف کی مصرع میں ہی مضمون پیچیدہ | اسی سے یہ کھلے جو معنی ناز و ادا سمجھے
ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے | کہیں ایسا نہ ہووے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اسکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

کہاں تک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے | نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے
بجھے گا سوز دل اے گریہ دل میں آب تو دے | وگرنہ آگ میں دنیا یوں ہی عذاب تو دے
گزرنے گریہ سے سر سے اتنا آب تو دے | کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے
کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس | ذرا دکھا اوسے تو چشم نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پر آدمی ان کا
تسلی آ کے مجھے وقت اضطراب تو دے
بنا بگولہ بنے اس اسیر زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے
بلا سے کم ہو نہ گریہ سے میرا سوز جگر
بجھا پر اُنکی ذرا آتش عتاب تو دے
شکار بستۂ فتراک کو ترے منظور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سر رکاب تو دے
نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھکو دیتے ہیں بوسے بلا حساب تو دے
جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے
رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہل ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے
خنک دلوں کی اگر مشت خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی اکبار آگ آب تو دے
پہونچ رہوں گا سر منزل فنا اے ذوق
مثالِ نقش قدم کرنے پا تراب تو دے

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
دل صاف ہو تو چاہیئے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو
تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے
جز زلف سوجھتا نہیں اسے مرغ دل تجھے
خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے
دولت کی رکھ نہ مار سر گنج سے اُمید
موذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے
عنقا نے گم کیا ہے نشاں نام کے لئے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے
یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

زخم دل پر کیوں مرے مرہم کا استعمال ہے
مشک گر چھڑکا ہے تو کیا نون کا بھی کال ہے
قبر میں عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے
لوح تربت پہ بھی لکھا سورہ زلزال ہے
ہنستا جاتا تھا کف پا میں تمہارے خال ہے
لیکن اب دیکھا سو پایا یہ دلِ پامال ہے

ابر برسوں رو چکا پر سوز غم سے اتلک
خاک میرے ڈھیر کی اڑتی نہیں جیسے رال ہے

میرے دود آہ سے یاں تک زمانہ ہے سیاہ
آفتاب آسمان زنگی کے تسمہ کا خال ہے

میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذ تعویذ بھی
مثل عیدی باعث خوشنودی اطفال ہے

جب سے ہے دل میں کسیکی نوک مژگاں کا خیال
نشتر و نیزہ ہے تن پر مرے جو بال ہے

جوش گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا
چادر آب رواں منہ پر مرے رومال ہے

دل جلا ہوں گر داغ سوزان عشق میں آگ لگن
پھر تو خسرو کا بھی گنج سوختہ کیا مال ہے

کھاؤں میں شیرا جو اُس بن کیونکہ دل ٹکڑے نہ ہو
جو رگ پان ہے وہ مجھکو شیر کا سا بال ہے

ہیں جہاں مدفن تمہارے کشتگان زلف کے
نخل کی جا بید مجنون ہے وہاں پامال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہئے رنگ پان
خون اعجاز مسیحا سے لب اُسکا لال ہے

لیک ہے نوروز اپنا آفتاب بادہ سے
دور ساغر مجکو ساقی گردش یکسال ہے

کھل گیا مضمون شکستہ دل کا ہیں خط کے پڑھے
نامہ بر کا اسقدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیران محبت کی بلا سینہ میں آگ
شعلہ جوالہ ساں طوق گلو تک لال ہے

ہوسکے ہیں اعضائے پوسیدہ تصور سے جدا
کھینچی تصویر مجنون کی تو بے اشکال ہے

روز محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں
گر یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے

موے سر یاران سیہ کا اک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے اک سپید اس لشکر کا سر لشکر ہے

آبلہ ہائے سینہ جو خیمے سے دکھلائی دیتے ہیں
مزرعۂ دل پہ میرے اک غم کا آکر لشکر ہے

ہووے دل مظلوم ہمارا کیوں نہ شہید دشت بلا
درپے اُسکے شامیوں کا وہ زلف عنبر لشکر ہے

موذی نے رحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیویں جمع ضعیف
دشمن مار زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے

کعبہ تو بہ خدا ہی رکھے آج کہ جوش ابر نہیں
اک اصحاب الفیل کا سایہ دوش بدوش ابر لشکر ہے

میں وہ شاہ کشور غم ہوں یارو جسکے ساتھ سدا
جوش اشک کی داوات سے جو موج سمندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس مین ہی دل گاہ ہجوم حسرت مین　　ہے یہ مردِ سپاہی پیشہ ہمیرتا لشکر لشکر ہے
خالِ چشمِ جانان کا مژگان سے تجمل دیکھو تو　　اوترا پشت پہ مچھلی سکے کتنا لیکے سکندر لشکر ہے

ہووے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھ ابھی
ہوتا گردِ اسلامیون کا جون سبحہ گوہر لشکر ہے

میری خاکستر اوڑی تھی جس سے گردون سب بنے　　اوسمین کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے
دل کو رکھدون اس دم شمشیر پر گر ڈھب بنے　　تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے
خال اے خورشید رو رخ پر تمھاری جب بنے　　تیرہ بختان محبت سوختہ کوکب بنے
عشق تعلیم نیاز و ناز یکجا کیونکہ ہو　　گر نہ مجنون آنکر لیلیٰ کا ہم مکتب بنے
جو نہون عقدے کبھی جون غنچۂ تصویر وا　　وائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے
ہے سیہ کاری سے نامہ یا نتلک اپنا سیاہ　　روز محشر پر پڑے گر سایہ اسکا شب بنے
سرمۂ چشم کو اک کیا ہے نہے دود آہ　　ایسا کاجل ہن کہ جس سی اسکا خال لب بنے
صحبتِ عیسیٰ بنائے خر کو انسان کس طرح　　تربیت سے واقعی نا اہل دانا کب بنے
موذیون کو حق نہ دے آنکھین کہ تا لاوین بلا　　عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

عشق ہے اے ذوق وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخ صنعان سا مسلمان رندِ بد مشرب بنے

کچھ نہین چاہیئے تجہیز کا اسباب مجھے　　عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے
اوسنے مارا اثرِ رخ روشن کی دکھا تاب مجھے　　چاہیئے پھر کفن چادرِ مہتاب مجھے
کل جہان سی کہ اٹھا لائے تھے احباب مجھے　　لیچلا آج وہین پھر دلِ بیتاب مجھے
چمن دہر مین ہون سبزۂ شمشیر سولہ میں　　آب کی جائے دیا کرتی ہے زہر آب مجھے
مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط میں　　قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے
جو مرے واقفِ جوہر ہیں وہ رکھتے ہین عزیز　　تیرہ بختی میں بھی جون تیغِ سیہ تاب مجھے

گنج تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا
دل بیتاب کو مین اور دل بیتاب مجھے

مین نترپا جو دم ذبح تو یہ باعث تھا
کہ رہا مد نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوا
لیوے اسطرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جادۂ انجم مری آنکھون مین تک
کیونکہ آئے شب ہجران مین کہو خواب مجھے

غزل اوّل ناتمام

لیتے ہی دل جو عاشق دلسوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

اے غم مجھے تمام شب ہجر مین نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرور حسن زمین پر رکھے نہ پانون
مانند آفتاب وہ بے نقش پا چلے

کیا لیچلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اوڑانے اوڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغ ہوا کی طرح
ہم جسکے ساتھ ساتھ چلیں وہ جدا چلے

قاتل جو تیرے دل مین رکاوٹ نہو تو کیون
رک رک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

آلودہ سرمہ سے نہوئی چشم مین نگاہ
دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یان جان ہی بدن مین نہین نبض کیا چلے

لیجائین تیرے کشتے کو جنت مین بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیر قضا چلے

الگ تا ہو نہ کھینچ کھینچکر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لون جیب کی یا مین رہون ہشیار دامن سے
جنون الجھے ہے ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگے ہی اس تمنا مین مرے ہر خار دامن سے
کرون دستار مین گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اس شعلہ خو سے کون جھبا زار دامن سے
الجھ سکتا ہے کوئی برق سے بھی خار دامن سے

کرے گر دھوتے دھوتے تو جدا ہر تار دامن سے
تجھے ڈھونڈے ہے خون مرا پر تیرے اے خونخوار دامن سے

کیا تو نے کنارا ہم سے اور ہاتھوں سے وحشت کے
گریباں ہمکنار آکر ہوا ہے یار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبیں ہو خاک آلودہ
نہ پونچھیں حور عین کیسے لیے پری خسا دامن سے

ہوا بے پردہ بھی ہم سے تو اُس نے یوں کیا پردہ
بنایا درمیاں اک پردۂ دیوار دامن سے

وہی زیبا ہے اُسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کار دامن سے

اب و گلو شش جہت میں ہفت دریا کو کہتے ہیں
گرے تھے اشک کے قطرے مرے رو رو کے جا دامن سے

پھروں کھینچے ہوئے کوسوں میں اپنی زور وحشت سے
اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے

چلینگے آتش رنگ حنائی پا سے گھر کتنے
ہلا پنکھا جو وقت گرمی رفتار دامن سے

دکھائے صدمۂ زنجیر لے یہ پانوں مجنوں کے
کہ اک صدمہ سا پہونچے ہے دم رفتار دامن سے

عزیز اصلا نہیں سرمایۂ ہمت کہ دریا نے
گرہ دیکر نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

مری بھی نہیں دیتے خلش گر کو ہے آرائش
کہو الجھتا ہے کب بستان خار دامن سے

سرایت کچھ جو خوں کو کوہکن کر جائے پتھر میں
نکالے لعل اسی پتھر کی جا کہسار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جانماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغ مٹے پندار دامن سے

مرے پاؤں کے چھالے ہوتے ہیں کیا کیا شگفتہ دل
جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے الجھکر خار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہر آب کہ نیلا ہو بدن سارا
خدا نا خواستہ لگ جائے اے غمخوار دامن سے

ترے مجنوں کو ہے وہ جامۂ عریاں تنے زیبا
کہ جسکو آستیں سے ننگ ہی اور عار دامن سے

یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پونچھتا ہوں میں
کبھی تو آستیں سے اور کبھی اے یار دامن سے

کہاں وہ موسم طفلی کہ ہم دامن سوار و تھیں
لیا کرتے تھے کار توسن رہوار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے

میں وہ آلودہ دامن ہوں نہائیں تار سبحہ کا
فرشتہ پاکدامن تم لیکے میرے تار دامن سے

یہ صید ناتواں مثل پر افتادہ اڑ جائے
لگائے گر نسیم دامن گلزار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے یہ کیا ایک جنبش میں — کرے سو فتنۂ خوابیدہ کو بیدار دامن سے

نگاہِ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑے اسکو — چھپا لے تو چراغِ شعلۂ رخسار دامن سے

سنو وے دل جلونکی ذوق ہمسایونسے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

ہوں یہ لاغر جھک کے قامت ایک خم کے بوجھ سے — جوں کیا وہ لچکے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں نہیں جاتا ہوں لوٹ — آہنی قفل اب بھی ہیں سیوے نفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہی اور تیرے ہی مُردہ آب یاں — بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقے کی گردن میں دلِ نالانِ قیس — بوجھ اسکا کم ہے اے لیلیٰ جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اٹھا کر بارِ حرص — رہگیا یہ تو گدھا دلدل میں پھنسکے بوجھ سے

اپنے دامن میں نہ لے میرے گلِ لختِ جگر — جی دھڑکتا ہے کہیں چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اوٹھا
پہ نہیں اے ذوق دبتا ایسے دلکش بوجھ سے

رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کھڑکائے ہے — مژدۂ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سر بوقتِ ذبح اپنا اسکے زیرِ پائے ہے — یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

واہ وا شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک — استخوان میرے تھا کس کل جینے کی قسمت

ہاں مدد طاقت کہ ہے ضعف سے سینے میں دم — دیکھئے لب تک خدا کیونکر اسے پہونچائے ہے

بس کرم سوزِ دروں بہ جائینگے دل اور جگر — رحم جوشِ گریہ کچھ چھاتی ابھی بھر آئے ہے

جل بجا استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہگئے — اُف رے بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع میں بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

زخمی ہوں دل میں اُس ناوکِ دیدہ منظر سے — جاتا نکلا نہیں جو دم سے نہ تم سے نکلے

ہم خوب ہیں واقف ترے انداز کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کوئی دل کے گہر سے

گر آنکلی پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

سرمایۂ امید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ بھی سینے میں سو ناامید اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں
ہے شاخ ثمردار میں گل پہلے ثمر سے

حاضر ہیں مرے توسن وحشت کے جلو میں
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

فریاد ستمکش ہے وہ شمشیر کشیدہ
جسکا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکوں میں بہے جاتے ہیں ہم جانب دریا
مقصود رہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اُف گرمی وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں
پتھر میں پہاڑوں کے اڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمت باری سے نہیں دور کہ ساقی
رو دیں جو ذرا مست تو مے ابر سے برسے

کشتہ ہوں میں کس چشم سیہ مست کا یارب
ٹپکے ہے جو مستی مری تربت کے شجر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانیں کہ آجائے ہے تو اس میں کدھر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انسان وہ کیا نہ جو دل دلبر میں گھر کرے

تیر اس نگہ کا گر دل مضطر میں گھر کرے
ناسور عشق زخم کے بھر بھر میں گھر کرے

پتلی سیاہ دیکھو اس چشم مست کی
بھونرا عجب ہے یوں گل عبہر میں گھر کرے

یوں ہی میرے دل میں چھپتی ہے دندان کی آنکھ تاب
ہیرے کی جوں کنی کوئی گوہر میں گھر کرے

بلبل کا آشیانہ ہے گلشن میں کیا عجب
اس رخ پہ دل جو زلف معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشم تر
ہر دم کے غرق سیکڑوں پل بحر میں گھر کرے

گم نامیوں گر دو باد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون جو چکر میں گھر کرے

آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر بگڑ گئی — جون عنکبوت برگ گل تر میں گھر کرے
قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہین — جون مورچہ نہ یہ ترے خنجر میں گھر کرے

ناتمام

آتا نہیں مہ طلعت کیا دیر لگائی ہے — کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے
قاصد تو کب آتا ہے پر پیک اجل یہ بھی — یان آنے مین یا قسمت کیا دیر لگائی ہے
گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہین جلدی ہو — لاحول و لا قوت کیا دیر لگائی ہے
یاں وعدہ بھی آپہونچا تو ابتلک آتا ہے — اللہ ری تری غفلت کیا دیر لگائی ہے
بے بادہ گلستان مین پیتے ہین لہو میکش — ساقی نے دم عشرت کیا دیر لگائی ہے
دے پھونک کہین دل کو مدت ہی سلگتا ہے — اے سوز غم فرقت کیا دیر لگائی ہے
بالین پہ کہا میرے ہنگامہ محشر نے — لو اٹھو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے
اُسکے لب خنجر کا لیتا ہے اگر بوسہ — تو اے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اوسکو کرتے ہیں کئی عاشق
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

خوب روکا شکایتوں سے مجھے — تو نے مارا عنایتوں سے مجھے
کہتے کیا ہیں دیکھ تو اغیار — یار تیری حمایتوں سے مجھے
یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے — خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے
واجب القتل اوس نے ٹھہرایا — آیتوں سے روایتوں سے مجھے
سمجھے ہے واجب الرعایت دوست — دشمنوں کی رعایتوں سے مجھے
کرنہ گریہ میں تو کمی اے چشم — شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے

دے گئی عشق کی ہدایت ذوق

اُس سرے سب نہایتوں سے مجھے

الٰہی سنگ سینہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ آج کوچے میں اسکے شور بپا ہی ذبح فلقنی ہے

غمِ جدائی میں تیری ظالم کہوں میں کیا مجھپہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہی سینہ کاوی ہی دل خراشی ہی جانکنی ہے

زمین پہ نور قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ ہیں جو روشن ضمیر اُنکا فروغ اُنکی فروتنی ہے

بشر جو اس تیرہ خاکدان میں پڑا ہے اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش میں بھی اُسیکے جلوے کی روشنی ہے

ہوتے ہیں تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میری تردامنی کے آگے عرق عرق پاکدامنی ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی سے
اگر ہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اس بتکدہ میں تو دل جو ٹوٹنا ہے تو ٹوٹ کر پل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے توانگر
جہاں میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلمان جدا ہر اک کی ہے راہ ایماں
جو اسکے نزدیک رہبری ہے وہ اُسکے نزدیک رہزنی ہے

تکلف منزل محبت نکر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خار زار وحشت سے زیر پا فرش سوزنی ہے

خدنگ مژگان سے ذوقؔ اسکے دل اپنا سینہ سپر بنا ہے
مثال آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوار آہنی ہے

آنکھ اُس پر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے نہ کیونکہ محفل میں
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اُس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھو احمق خدا سے لڑتی ہے

نہیں مژگان کی دو صفیں گویا
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیوں ہے دختر رز
کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے

نگہ ناز اُسکی عاشق سے
جھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سر بالیں
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

واہ کیا کیا طبیعت اپنی بھی
عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن — یہ لڑاکا سدا سے لڑتی ہے
تیری شمشیر خون کے چھینٹوں سے — چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے
دیکھو اس چشمِ مست کی شوخی — جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

سچ ہے اُلجھت خدنگِ ہے اے ذوق
نگہ اسکی دعا سے لڑتی ہے

دلکی معاش غم اسے غم کی تلاش ہے — ڈرتا ہوں دل سے میں کہ بڑا بدمعاش ہے
اس بتکدہ میں کون ہے کافر ترے سوا — تو آپ ہی بت پرست و بت تراش ہے
لبریز صد نشاط برنگِ ہلالِ عید — سینہ میں میرے ناخنِ غم کی خراش ہے
ہوتے وہاں بہوش نہیں کشتگانِ عشق — اُڑ جاتی ٹھوکروں ہی میں عاشق کی لاش ہے
کرتے یہ اشک و آہیں تکلیف کیوں عبث — ہو جاتا راز دل تو نگاہوں میں فاش ہے
دنبالے پر جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا — گویا کہ چشمِ دست فسونگر میں ماش ہے
کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبانِ خلق — شاباش جسکو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے
اُٹھے جہاں ہی سے جو بستر سے وہ اُٹھے — تیرا مریضِ عشق جو صاحبِ فراش ہے
بُرندہ ایک تیغِ محرف سے بھی سوا — اس کج ادا نے اور نکالی تراش ہے
مسکن پذیر آج ہی دلمیں نہیں ہے غم — روزِ ازل سے اسکی یہیں بود و باش ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدرد میرا درد
دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی — رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خُمِ مے کی طرح ہم — پر کیا کریں کہ مہر ہے منھ پر لگی ہوئی
جاتے بغیر خون کوئی رہتی ہے تیری تیغ — ہے یہ تو اسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجیو اس خاکسار کی — ہے تن پہ خاکِ کوچۂ دلبر لگی ہوئی

عیسیٰ بھی گر ہے پاس تو ممکن نہیں شفا　خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی
نکلا ہے کب کسی سے اوسکی مژہ کی نوک　ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی
کرتی ہے زیرِ برقعِ فانوس تاک جھانک　پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی
بیٹھے ہیں دل کے بیچنے والے ہزار ہا　گزرے ہے اُسکی راہگذر پر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مُہر　آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
مُنھ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا　ہے دل سے یادِ ساقیِ کوثر لگی ہوئی

اے ذوق دیکھ دخترِ رز کو نہ مُنھ لگا
چھٹتی نہیں ہے مُنھ سے یہ کافر لگی ہوئی

تجھکو کچھ یاد بھی ہیں پہلے وہ الفت کے مزے　بیمزہ ہونے کے لُطف اور شکایت کے مزے
بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے　بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے
کھائے کوچے میں ترے آکے جو سنگِ طفلاں　آئے مجنوں کو ترے میوۂ جنت کے مزے
لگتی مرچیں سی کبابوں کو ہیں کیا کیا سنکر　دلِ بریاں سے مرے سوزِ محبت کے مزے
صرف ہر زخمِ جگر تا ہو صد کانِ نمک　لوٹے کیا عشق میں اُس کانِ ملاحت کے مزے
لذتِ عشق میں ہو کاش تناسخ ہی سہی　کہ اوڑائیں ترے سرباز شہادت کے مزے
دیکھکر اسکو گیا عالمِ حیرت میں تو میں　لیک میں کیا کہوں اُس عالمِ حیرت کے مزے
سجدہ ہیں پائے خمِ مے پہ ہے کس لُطف سے مستی　یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے
غنچۂ خنداں ہو نہ کیوں کرکے زر اپنا برباد　کہ اوڑانے ہی میں دولت کے ہیں دولت کے مزے
جان شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیریں بھی　پوچھو فرہاد سے اِس تلخیِ حسرت کے مزے
ابر و باراں سے نہ کیوں لُطف اُٹھائیں میخوار　کہ اُڑاتے ہیں گنہگار ہی رحمت کے مزے
ہے نمک پاش جو ہنس ہنس کے وہ لعلِ نمکیں　لے رہا ہے دلِ مجروح جراحت کے مزے
کچھ جتاؤں جو محبت تو کہے ہے کہ مجھے　دیکھو تو کیسے چکھاتا ہوں محبت کے مزے

ذائقہ چاشنیٔ عشق کا کامل ہو تو دیں — شادیٔ وصل کی لذت غم فرقت کے مزے
نہیں جز بیمزگی کوئی مزہ دنیا میں — پر مزیدار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے
خنجر ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو — چاٹتا ہونٹ ہے لے لیکے جراحت کے مزے
بے مزاجی کو کریں لاکھ ترے ظلم و ستم — بھولنے کے نہیں پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دل زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے — لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے
کب وہ گذرتے ہیں سر لاف و گزاف سے — جن کی کہ آشنا ہے زبان لام و کاف سے
چل میکدہ میں شیخ بسر کر مہ صیام — مسجد میں تنگ بیٹھا ہے کیوں اعتکاف سے
نالوں نے دی چڑھا جو تپ لرزہ مہر کو — کھولی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے
پھینکے ہی ایک جنبش مژگاں نے وہ پرے — اس اپنے ناتواں کو بری کوہ قاف سے
ہے جوہر کمال پہ ننگا اگر فقیر — ہر تیغ تیز ننگ ہے اسکو غلاف سے
گزری ہے شق سینہ شگافی میں عمر چرخ — اس کلک تیز نالۂ گردوں شگاف سے
گردش ہے اسکی چشم کی کیوں تیرے دل کے گرد — کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے
لڑتے ہیں گر نصیب سے گاہے فلک سے ہم — فرقت کی رات کم نہیں روز مصاف سے
لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدت وجود — لیکن دوئی عیاں ہے قلم کے شگاف سے

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے — انکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے
چاہیں گر چارہ جراحت کا محبت والے — بیچیں الماس و نمک سنگ جراحت والے
گئے جنت میں اگر سوز محبت والے — تو یہ جانو رہے دوزخ ہی میں جنت والے

ساقیا دن جو صبوحی کے نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اوٹھیں نہ ترے متوالے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزار محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

ہائے رے حسرت دیدار مری جاتے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے

نہیں جز شمع مجاور مری بالین مزار
نہیں جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثل مہ نو اپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھسے ہے کچھ دل کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

تو جو آ جاتے تو اے درد محبت کی دوا
میرے سے ہمدرد ہوں بیمار و نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلم آتشبار
میرے شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے

تیرے حال سے غافل ہے مرا غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

نازنے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
آپ نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

کیا غمزہ ترا سر بسر بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نکر دیکھ یہ صیاد غضب ہے

کیوں غنچہ پریشاں ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہونا ہی دل شاد غضب ہے

نکلے ہے سدا لوہ سے ہم آتش و ہم آب
کیا سوز و گداز دل فریاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے بجا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم چاہتے ہیں تم کو گرے اسکی نظر سے
پہلے ہی سے اس چاہ کی افتاد غضب ہے

اس بت کا سمجھ حسن خداداد نہ اسکو
یہ تجھپہ خدا کا دل ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند ایک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشم غضبناک کے ہوتے
ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر سے شیشہ دل کی
پھر آج وہ مست مئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

اخوان شیاطین ہیں یہ مست مئے پندار
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے ہیں جو رونے پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسے ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے

انجم سے نہیں چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمئ فریاد غضب ہے

ہنستے ہو تو یا سینہ ستم سے بھرتے ہو میں نا
کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

غصہ ہے ترا قہر ترا قہر قیامت
رنجش تری بیداد ہے بیداد غضب ہے

ہے عکس سے ہونا آئینہ سا دیدۂ پرآب
اسکندر رومی کی بھی روداد غضب ہے

وہ کون سا غم ہے کہ جو دنیا میں نہیں ہے
اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

قامت ہے ترا کیا ہی سر سرو قیامت
طرہ بھی ہے طرہ شمشاد غضب ہے

دین ہوش بھلا مردم ہشیار کے پل میں
آنکھوں کو تمہاری یہ فسون یاد غضب ہے

سو فتنہ ہیں پنہاں نظر لطف میں اسکی
یہ لطف نہیں ہے دل ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں ✣
اے ذوق مگر سستی بنیاد غضب ہے ✣

ہوئے وہ کب قائل قیامت جو تیرا قامت نہ دیکھ لینگے

رہیں گے رویت سے تیری منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لینگے
ہمیں غرض کیا کہ جائینگے ہم حرم کو اے شیخ بتکدہ سے
یہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہور قدرت نہ دیکھ لینگے
نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہان میں ہمنے تمہارے باعث
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم تمہاری بدولت نہ دیکھ لینگے
دکھاتا احوال انکو اپنا یہ اونکی الفت کا امتحاں ہے
کہ ہوگی الفت تو دیکھ لینگے نہ ہوگی الفت نہ دیکھ لینگے
بلا سے گر دانیال کا سا نہیں ہے پاس اپنے فالنامہ
ہم اپنے نقطوں سے داغ دل ہی کی فال دولت نہ دیکھ لینگے
ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پہ اگر ہے منظور عید ہمکو
تو اسکی تیغ ستم کا دل میں لب جراحت نہ دیکھ لینگے
سحاب باراں کو کون دیکھے بغیر یاراں ہے تیر باراں
ہم اسکے بدلے سرشک مژگاں کی اپنی شدت نہ دیکھ لینگے
اگرچہ میں بھی جاؤں گا تو کہیں گے جیتا ہی دم چرایا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے
مجھے یقیں ہے نہیں دکھائینگے اپنے رخسار لالہ گوں
رواں مری چشم تر سے جبتک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے
یہ لوگ ناواقف محبت نہ ہونگے واقف تپ دروں سے
کہ جبتلک مثل برق رگ رگ میں میری سرعت نہ دیکھ لینگے
خط اسکو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیگر کسی کا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا مری عبارت نہ دیکھ لینگے

گر مد نظر تمکو ہے یاروں سے تو کہیئے
گر منھ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہیئے

حال دل بیتاب کہا جائے جو ہمسے
گر کہیے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہیئے

کیا کہتے ہو آ بیٹھینگے سر خاک شہیداں
کچھ فتنے اُٹھانے ہوں مزاروں سے تو کہیئے

پھر قم نہ کہیں حضرت عیسیٰ اگر اُنسے
کہیئے یہی قم عشق کے ماروں سے تو کہیئے

کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
فرصت ہو تپ غم کے حراروں سے تو کہیئے

موقوف ہے گر دل کا شکار آن و ادا پر
تو پہلے کچھ ان تیر شکاروں سے تو کہیئے

ان دانتوں کو کیا موتیوں سے کہتے ہو ہمتاب
موتی نہیں کچھ مال ستاروں سے تو کہیئے

شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کس واسطے یہ سینہ فگاروں سے تو کہیئے

کہیئے نہ تنک ظرف سے اے ذوق کبھی راز
کہہ کر اُسے سننا ہو ہزاروں سے تو کہیئے

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنیکی خبر دیتی ہے

زال دنیا ہے عجب طرح کی علامہ دہر
مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے

تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشاں مجھکو
تہمت اس زلف سیہ فام پہ دھر دیتی ہے

بڑھتی جاتی ہے جو مشق ستم اُس ظالم کی
کچھ محبت مری اصلاح مگر دیتی ہے

دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری
عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے

دمبدم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی
مجھکو فرصت تری کب تیغ نظر دیتی ہے

تپ دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار
اسکو کافور سپیدی سحر دیتی ہے

کوئی غمخوار نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اُسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

مرے جو موت سے کیا عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا تری تیروں کو آب پیکاں سے
مگر زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

یقیں ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش
اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن منصور
کہ چاک پردۂ حقیقت کا ہیں رفو کرتے

عجب تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

شراب عمر گذشتہ کا ڈھونڈئیے گر ذوق
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

ناساز ہے جو ہم سے ادھر بھی بہانہ ہے
کیا خوب دل ہے واہ نہیں جس پہ ناز ہے

اس سنگ آستاں پہ جبین نیاز ہے
وہ اپنی جا نماز ہے اور یہ نماز ہے

دروازہ میکدہ کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ در توبہ باز ہے

خانہ خرابیاں دل بیمار غم کی دیکھ
وہ ہی دوا خراب ہے جو خانہ ساز ہے

ڈرتا ہوں خنجر اوسکا نہ بجھائے ہو کے آب
میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے

پہونچا ہے شب کمند لگا کر وہاں رقیب
سچ ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے

اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک
ہر چند جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے

مداح خال روئے بتاں ہوں مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ نقطہ نواز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیوں نہ راز عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج راز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہیں مہینا بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انہیں دریا میں سفینا بھر کے

نہیں پروین کہ یہ ہیں چھتے پروین میں ملک
زانو پہ اُس عارض پر وش سو پسینا بھر کے

رشک اُس گلشن رخسار سے تھا یہ ہی کہ گل
اپنے دامان نگہ سے ہم مینا نکلے

شبنم صبح جوش کے مانند ٹپکتا ہے تمام
خون حسرت سے لبوں تک ہم اپنا بھر کے

جام خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

نہیں مژگانِ سرِ خوں نارِ غم تھے دلنشیں نکلے
جنوں یہ نیشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدو نے نیش زن کے جگر سے پیرا منہ بن نکلے
الٰہی برج عقرب سے قمر جلد ہی کہیں نکلے

چھٹے کیا ہے شوقِ حسنِ گندم گوں کہ گندم پر
ہمارے جدِ امجد چھوڑ کر خلدِ بریں نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اے نازنیں نکلے

پری جا کر نہ دنیا سے کبھی گر ڈھونڈو دنیا میں
تو خالی خاک آدم سے نہ چپا بھر زمیں نکلے

خدا دے دوربینش اور اس چشم تصور کو
کہ لاکھوں کام اس ہی دور کے لو دیدہ میں نکلے

تصور اس لب شیریں کا آجاوے اگر دل میں
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں میں کہاں اسکو
نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب یار خرابات اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

ہم تم سا عدو اپنا کسی کو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہمکو تو کبھی ہی کو نہیں پاتے

غنچہ ترے غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

کیوں ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا
کمبخت ہم اس سخت دلی کو نہیں پاتے

وہ کون سا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

لیتے ہیں شب وصل میں انکے جو بوسے
و لب پہ شکر رنگ لبی کو نہیں پاتے

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یاران عدم بھی
گم ہو کے مری گم شدگی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اسکے دہن ہے کہ نہیں ہے
اے ذوق ہم اس سر خفی کو نہیں پاتے

نبض نکلی ہے کہاں میری ذرا ٹھونک چلتی
ہے یہ ضعف ابتو کہ چھیڑی ہی نہیں یوں چلتی

پہونچے کیونکر جرسِ ناقۂ لیلیٰ کی صدا — آج آندھی تری قسمت سے ہی مجنوں چلتی
کھولدے آنکھیں دمِ ذبح نہ دیکھوں گا تجھے — پر چھری اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی
جب میں دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت — تو اکیلا نہیں ہمرہ ترے میں ہوں چلتی
دور کر بالوں کو سر پر سے کہے ہے لیلیٰ — پہ نہیں کان پہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی
میں تو اُن آنکھوں کی گردش کا بلاگرداں ہوں — کہ نہیں تیری بھی واں گردشِ گردوں چلتی
عمر طے کرتی ہے ہردم سفرِ بحرِ فنا — جسکو تو ساکن کہے ہے دلِ محزوں چلتی
چلتی گو دیکھے ہے ساحل کو سوارِ کشتی — پر حقیقت میں ہے کشتی سرِ جیحوں چلتی

ذوقِ گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغِ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی

مرے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کیلئے — سو ہے نہ دل میں مرے سوزشِ نہاں کیلئے
نہیں ثبات بلندیِ عزّوشاں کے لئے — کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لئے
ہزار لطف ہیں جو ہر ستم میں جاں کے لئے — ستم شریک ہوا کوں آسماں کے لئے
فروغِ عشق سے ہی روشنی یہاں کے لئے — یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لئے
صبا جو آئی خس و خارِ گلستاں کے لئے — قفس میں کیونکہ نہ پھڑکے دل آشیاں کے لئے
سدا تپش پہ تپش ہے دلِ تپاں کے لئے — ہمیشہ غم پہ ہے غم جانِ ناتواں کے لئے
حجر کے چومنے ہی پر ہے حجِ کعبہ اگر — تو بوسے ہے نہ بھی کس سنگِ آستاں کے لئے
نہ چھوڑ تو کسی عالم میں راستی کہ یہ شے — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لئے
جو پاس مہر و محبت کہیں یہاں بکتا — تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہرباں کے لئے
خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار — ہمیشہ اس ترے مجنونِ ناتواں کے لئے
تپش سے عشق کی یہ حال ہے مرا گویا — بجائے مغز ہے سیماب استخواں کے لئے
مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور — کہ جان دی ترے روئے عرق فشاں کے لئے

الٰہی کان میں کیا اُس صنم نے پھونک دیا   کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کے لیے
نہیں ہے خانہ بدوشوں کو حاجتِ ساماں   اثاثہ چاہیئے کیا خانۂ کماں کے لیے
نہ دل رہا نہ جگر دونوں جلکے خاک ہوئے   رہا ہے سینہ میں کیا چشمِ خونفشاں کے لیے
نہ لوحِ گور ہے مستوں کے ہو نہو تعویذ   جو ہو تو خشتِ خُمِ مے کوئی نشاں کے لیے
اگر اسیر نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس   بہشت ہے ہمیں آرامِ جاوداں کے لیے
وہ مول لیتے ہیں جس دم کوئی نئی تلوار   لگاتے پہلے مجھی پر ہیں امتحاں کے لیے
صریح چشمِ سخنگو تری کہے نہ کہے   جواب صاف ہے پر طاقتِ تواں کے لیے
نشاں ہے ہی مرا جبتلک کہ دم میں دم   فغاں ہے میرے لیے اور میں فغاں کے لیے
بلند ہووے اگر کوئی برا شعلۂ آہ   تو ایک اور ہو خورشید آسماں کے لیے
چلے ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم   شکست توبہ لیے ارمغانِ مغاں کے لیے
وبالِ دوش ہے اس ناتواں کو لیکن   لگا رکھا ہے ترے خنجر و سناں کے لیے
بیانِ دردِ محبت جو ہو تو کیونکر ہو   زبان دل کے لیے ہے نہ دل زباں کے لیے
رہے ہے ہول کہ برہم نہو مزاج کہیں   بجا ہے ہول دل اُنکے مزاجداں کے لیے

بنایا آدمی کو ذوق ایک جزوِ ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لیے

جو دل قمار خانہ میں بت سے لگا چکے   وہ کعبتین چھوڑ کے کعبے کو جا چکے
کیا خط میں مدعا لکھوں اپنا کہ مدعی   پہلے ہی انکو میری طرف سے پڑھا چکے
آنا بلا سے اُسکا قیامت سے کم نہیں   مرتے ہیں انتظار میں اک روز آ چکے
زہراب بھی ہے بادہ تو کر لینگے نوشِ جاں   ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے
اچھا کیا وفا کے عوض تونے کی جفا   بس اب ستم نکر کہ کیا اپنا پا چکے
یاد آیا یا نکے آنیکا وعدہ انھیں تو کب   جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

جب تک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
ہم اب تو سر پہ بار محبت اٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اسے پر جفا چکے

اب خاک کے ہیں ڈھیر تو کیا اس خرابہ میں
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

باز آ یاد کھنچے ہے نہ آتش خون کا دل
سو بار آپ اسے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خوں میں نہا چکے

تم کو دل کبھی یاد نہیں کرتے ہے غضب
ہم تو تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

کیا مجھ سے قیمت دل و جان پوچھتا ہے تو
دو تو ہیں اک نگاہ پہ اسے دلربا چکے

بیکار و آج خوب چلاو بیکدہ کو ذوق
چھوڑو کہیں وظیفہ بہت بڑھ بڑھا چکے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکاں جتنے تھے دل میں دیئے ہم نے نکال
اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراش دل میں خون
سچ تو یوں ہے مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھ کر اگر بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل بنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اس کی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل سے بچانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

وہاں ملے اور بیان کروں یہ پھیری ہم نے تیغ
بات کا ایسا بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سنتے آمد ان کی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا اپنے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کرے گا ہم کو قتل
تیوروں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اوس کو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ

کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے
دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخم کاری سے

گزرتی ہے مزہ میں زندگی غفلت شعاری سے
مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے

زباں کھوئیں گے مجھ بد زباں کیا بد شعاری سے
کہیں سے خاک تقدیر دہی نکلے نہیں خاکساری سے

بنو تا گر وہ شوخ خود نما سرگرم آرائش
اٹھاتا ہاتھ خورشید فلک آئینہ داری سے

خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمار محبت کی
کہ نوبت دم شماری کی ہے اختر شماری سے

جو پوچھو ترا فشک اپنے وارد ہیں کہوں سے ہی
اگر سرسبز کی پوچھے کہوں سرسبز گاری سے

کبھی جو سر اٹھایا ہے تو جوں اشک سر مژگاں
زمیں کو جائیگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے

قفس کو لے اڑیں اسیر مضطرب تیرے
خبر گل کی سنی اڑتی ہی گر باد بہاری سے

نہیں جاتے اٹھائے ناز کاش آنکھ کی عوض بیٹھے
مری جاتی ہے چھن سنگدل دو چار پیاری سے

لگی بجلی گر زمیں سے جو خدا تیرے فتنہ جانوں کی
تو مثل برق اٹھ جا کہیں چہرہ بیقراری سے

نہیں آتا نہ آئے رحم اسے ذوق اس ستمگر کو
بلا سے خوش تو ہوتا ہے وہ میری آہ و زاری سے

زباں پیدا کریں جوں آسیا سینہ میں چھالے سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

اڑا لے خوب تماشہ کے نکل جوں نے زنداں سے
کہ ہر سو گلفشانی ہے شرار سنگ طفلاں سے

فلک کیا فتنہ سازی میں ہے پیر جستجو قاتل سے
گر اٹھا ہے کبھی اشک خون آلودہ اوس کے مژگاں سے

شرارے مشتعل نکلے ہیں تا سنگ طفلاں سے
کہ چمکے ہے جنوں دل پہ بجلی سنگ باراں سے

یہاں تک ناتواں ہیں ہم گزر جائیں اگر جاں سے
اٹھائے ہو لاشہ کو جائے دست مژگاں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
گرا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

بتخانہ ہستی میں ہیں انساں کے لئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے

زلفیں تری کافر کا فتنہ ہیں دل سے ہوا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلماں کے لئے ہے

کیونکر نہ سخن سے ہوں گرفتار تفکر ہاں قید قفس مرغ خوش الحاں کے لئے ہے
ہے بادہ کشوں کے لئے اک غیب سے تائید زاہد جو دعا مانگتا باراں کے لئے ہے
اپنوں سے نہ مل اپنے ہیں سب اپنوں کے دشمن ہر نے میں بھری آگ نیستاں کے لئے ہے

چنی تو نے افشاں جو اے مہ جبیں ہے ستاروں میں کیا کیا چناں اور چنیں ہے
نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے نہیں یہ بھی معلوم کہ ہے یا نہیں ہے
یہی گر تری چشم سحر آفریں ہے تو نہ دل نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے
نہ چھوڑے گی جیتا مجھے چشم قاتل یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے
کئے ضبط اشک آہ پہونچی فلک پر مرا عشق کم خرچ بالانشیں ہے
پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے
ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز انکی تو موج تبسم بھی چین جبیں ہے
وہی پاس ہے اور وہی بدگمانی لئے پھرتی مجکو کہیں سے کہیں ہے
نہ اک آہ کی زخم سو سو اوٹھائے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

پیشوائی کو بڑھے گر کشش دل آگے دوڑے مجنوں کی طرف ناقۂ محمل آگے
جاتے اسطرح سے اس کوچے میں ہیں اہل الم دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے
گرچہ ہوں وادی غفلت سے پرے لاکھوں کوس لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے
کیجیا ناقص بھی غنیمت ہے اب اسوقت میں ذوق
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کامل آگے

تو آنکھ میں نہ سرمہ دنبالہ دار دے مفتون چشم کو یونہیں اک وار مار دے
چھلا نہیں تو چھلے کا گل اے نگار دے کچھ تو نشانی اپنی مجھے یادگار دے
دشنام ہو سکے وہ ترش ابرو ہزار دے ہاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے

کیا خاک تجھپہ جان کوئی جان نثار دے
مٹی تلک نہ جب ترے دل کا غبار دے

جولاں سمند ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمۂ چشم ماہ میں میرا غبار دے

ایسا نہو کہ آتے ہی آئے جواب خط
قاصد جواب زندگی مستعار دے

کرتا ہے یوں فغاں دل امیدوار وصل
جیسے اذاں بلند کوئی روزہ دار دے

اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنسکر گذار یا اسے روکر گذار دے

لے دام داغ دل سے مرے سوزش آفتاب
وعدے پہ روز حشر کے پر کون اُدھار دے

بے فیض گر ہے چشمۂ آب بقا تو کیا
مانگو تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

عاشق نہ کیوں لے انجم گردوں سے اپنا اشک
کیوں کوڑیوں کے بدلے دُر شاہوار دے

پیشے سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصد خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

پوچھ مت راہِ وفا اس نگہِ پرفن سے
رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہزن سے

ہیں گرانبارِ محبت مرا خون بھی ہے گراں
جی دھڑکتا ہے تری نازکی گردن سے

ہو گیا کاغذِ سوسن زدہ سینہ سارا
دل کی جو پھانس تھی نکلی نہ سر سوزن سے

گر جھکے تیغ تری سر ابھی حاضر ہے کہ ہم
اس پہ مرتے ہیں کہ تعظیم تو لی دشمن سے

چھوڑ کر گھر ترے ہاتھوں سے نکلجائیں کہاں
تنگ ہمسایوں کو اے ذوق نکر شیون سے

فلک تو ٹیڑھا ہوکے صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

ہمیشہ دور عشرت ہے جو تم ہو اہل کیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں اک جام چلتا ہے

چلا پہلو سے اُٹھکر جبکہ وہ آرام جاں و دل
کہا آرام نے مجھسے کہ لو آرام چلتا ہے

ارادہ گر کرے ناقص علو جاہ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنارِ بام چلتا ہے

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

آتش خورشید سے دیکھا نہیں اٹھتے دھواں
آ کھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے

وہ نہ جاگا رات ہم کو ضد سے بخت خفتہ کے
بج گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

چاک آتا ہے نظر پیراہن صبح بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

سب کو دنیا کی ہوس خوار لیے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لیے پھرتی ہے

گھر سے اپنے نہ نکلتا کبھی باہر خورشید
ہوس گرمی بازار لیے پھرتی ہے

کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارہ ظالم
کہ قضا ہاتھ میں تلوار لیے پھرتی ہے

جا کے اک بار نہ پھر آیا جہاں واں مجھ کو
بیقراری ہے کہ سو بار لیے پھرتی ہے

وہ مرے طالع اختر کی ہے واژوں گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لیے پھرتی ہے

لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

ہم سا بھی اس بساط پہ کم ہوگا بدقمار
جو چال ہم چلے وہ بہت ہی بری چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

ہو عمر خضر بھی تو ہو معلوم وقت مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

سر میں کہاں جو تاب پیچ سیم تن میں ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقف کہن میں ہے

دم کو ہمارے سینہ میں اک دم نہیں قرار
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھیے کس کس کے نام سے
اس رنگ سے عقیق کا دل خوں یمن میں ہے

رنگیں سوا ہے ایک گل نوبہار سے
اگلا سا برگ زرد کوئی اس چمن میں ہے

وہ دل کہ جو نہ لا سکے چین جبیں کی تاب
زیر شکنجہ دل شکن در شکن میں ہے

ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تھے لب پسینہ سے شکر تری ہوئے

جلوائے خاک دشتی چشم بتاں پہ گھانس
لیکن ہرن کھڑے نہ ہے بن ہارے ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو اپنے دُرِ سرشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

کچھ ہوتی آدمیت اگر ہوتے آدمی — یہ خوبرو تو حور ہوئے یا پری ہوئے
ہم جیتے جی جہاں سے معدوم ہو گئے — اپنی نظر سے کم سبب لاغری ہوئے
اک خال زیر زلف سے ظاہر مرے لیے — اے ماہ سو طریقہ بد اختری ہوئے
رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک — ہم آپ اپنی باعث پردہ دری ہوئے
مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے غرض — دل لے گیا اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے
ثبت اوس بیاض چشم میں ہیں خط سرمہ سے — جو انتخاب نسخۂ افسونگری ہوئے
طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے ہم قریں — گرچہ بیت قران مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اس چشم مست کے
باطل سب اپنے دعوی دانشوری ہوئے

ناقص کا صفائیش سے مطلب نہ بر آئے — جو کور ہو عینک سے اسے کیا نظر آئے
فردوس میں گر اس لب شیریں کا گزر آئے — پانی دہن چشمۂ کوثر میں بھر آئے
ممکن نہیں کم ہووے تپ سوز محبت — جوں شمع بھلے لاکھ پسینا اگر آئے

چاہیے زر ان بتان سیمتن کے واسطے — ہیں قلندر یاں نہیں کوڑی کفن کیواسطے
اک کلک آہ بس ہے شرح غم کے واسطے — کون تیرہ واسطے ڈھونڈھے قلم کیواسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغ ستم کے واسطے — پر لگا رکھے ہیں وہ جبہولی تبسم کے واسطے

نعل شکل مہ نو جب ترے توسن کو لگے — چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے
بوسے کے مانگتے ہی پھیر نے چتون کو لگے — ایسے کیا لعل لب غیرت گلشن کو لگے
آشیاں ہو جو مرغان ہوا کا برباد — شنید کرنے ترے دیوار کے روزن کو لگے

رہی اسطرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسناکی — شرابی ہو کے تائب جسطرح ہو جائے تریاکی
ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی — ہوتی نہ محبت تو کچھ آفت بھی نہ ہوتی

مصروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے
مرچیں سی لگ رہی ہیں زخم جگر کو میرے

جو دل کشمکش طرۂ دوتا میں پڑے
تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

نہیں ہے آشکارا تھا تو کس کی سیاہی چوری
خدا کی گر نہیں چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری

بنی ہے مٹی اپنی جو تربت میں مل گئی
جو کچھ کہ تھی مراد محبت میں مل گئی

بد ہو یا نیک زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

سجدہ کو چاہیئے یوں پیر پشت خم دیکھے
سر کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے

پھرتے ہیں لگے پڑھتے سورے میں فلک چار کی
طفل مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

پاک رکھ اپنا دہن ذکر خدائے پاک سے
کم نہیں تیری زباں منہ میں ترے مسواک سے

جب یہی تیر حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنایا میری مشت خاک سے

دل خوش لب جاں بخش پر جاں طرۂ مشکیں پہ ہے
عیسائی اپنے دین پہ ہے موسائی اپنے دین پہ ہے

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے
دوزخ بھی ہو تو انکی جلیوں پہ آگ رکھے

یاں کے آنے کا مقرر تھا صدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا تجھے دونگا خدا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کرونگا تجھ کو خوب کامل
کوئی اسکو یاد دلوا دے ہوا وہ دن کرے

ہوس یاں کعبہ کی کیوں شیخ بتخانہ سے کرتا ہے
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

گر دیتے کھونا دل مضطر سے کسی کے
پالی دو بلا وار کے سر پر سے کسی کے

تم بیٹھے بغل میں ہو رقیب و غلی کی
کی گرم بغل تم نے بھی گور بغلی کی

اے ذوق نکر نور ہیں آمیزش ظلمت
کیا کام تبرے کو محبت میں علی کی

مقابل اس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے
صبا یہ دھول لگائے کہ پھر سحر ہو جائے

ہمارے سینہ میں وہ آہ آتشیں ہے ذوق
جو برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچکر تو کہے

بلا سے ہو وے مرا مرغ نامہ بر کبوترا
کہ اسکو دیکھ کے وہ منھ سے جو تنجز تو کہے

ہر ایک شعر میں مضمون گریہ ہے میرے
یہی طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اٹھانا عشق میں کیوں لی دل نادان جوکھوں ہی
ابھی تو مال جوکھوں ہے پھر آگے جان جوکھوں ہی

ہمیشہ کام تھا مجنون کو تو صحرانوردی سے
بسایا خانۂ زنجیر ہمنے پائگردی سے

جنون سے میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولا ہے
کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ یوں ہی کیا ہیولا ہے

خاک اوڑاتا دشت میں گر تیرا سودائی پھرے
پھر بگولا ہے تو کیا آندھی بھی بولائی پھرے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
وہ ہی مثل ہے پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضرب تیشہ سے ہے سخت ضرب غم
سچ پوچھئے تو چوٹ ہمین نے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یاں دو گھڑی سہی

قدم سنبھال کے رکھ راہ عشق میں اے ذوق
گزرنا اس رہ دشوار سے نہ آسان ہے

جو کوئی آبلہ پائے مور بھی ہے تو یہاں
ترے ڈبونیکو وہ بھی تنور طوفان ہے

کیا کہوں اس ابرو پیوستہ کے دل بیچ میں ہی
ایک طعمہ مچھلیاں دو کشمکش آپسمیں ہی

کہتے ہین آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

عزیز و ناقۂ لیلی کے دیکھو گے شتر غمزے
اگر مجنون کو ملجائیگی خدمت ساربانی کی

کہاں ہم اور کہاں غم غمسے ہمکو کچھ غرض مطلب
مگر اے حضرت عشق آپ نے یہ مہربانی کی

مقدم صدق پر ہے کذب گرچہ صدق فائق ہی
کہ پہلے صبح کاذب یان ہے پیچھے صبح صادق ہی

راتون کو تو ہو حق کر اے شیخ مناجاتی
سوتے ہوئے جو نکلینگے رندان خراباتی

قطرہ قطرہ آنسو جسکی طوفان طوفان شدہ ہی
پارہ پارہ دل ہی جسمین تودہ تودہ حسرت ہی

اے ذوق بس آپکو صوفی جتائیے
معلوم ہی حقیقت ہو حق جناب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپا کے تم
دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اُس گل کے دہن سے — غنچہ سے یہ کہدو کہ چٹک جا رے چمن سے

نکر کچھ چاک جگر سینہ کا سُن سُن اپنے — کر کے میں ضبط ہنسی سیتے ہوں ہم اِن ناخن اپنے

ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے — اسکو یقین جانو گر ہو خدا کے بندے

تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق — ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے — کیوں برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہے

بیمار غم جو اُسکا کھا کر زمین دیکھے — خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

آتے ہی گھر کی تو نے پھر جانے کی سُنائی — ہو جاؤں سُن نہ کیونکر یہ تو بری سُنائی

کھل کے گل کچھ تو بہار اپنی صبا دکھلا گئے — حسرت اون غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے — کل کے جو وصل کے عالم میں ہیں نظر میں پھرتے

ہم اور غیر اک جا دونوں بہم نہ ہونگے — ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

کون سے دن نگہ تیز نہ خونریز رہی — مجھپہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی

کیا بشر مانند یوسف کیا ملک ہاروت ہی — عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیر چاہ ہے

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھی گیسو بڑھے — حُسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے — مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی — جب یہ عاصی عرق شرم میں تر جائیں گے

ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھسے — بلکہ پوچھیگا خدا بھی تو مکر جائیں گے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں — پر مجھے ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائیں گے

ذوق جو مدرسے کے بگڑے ہوئے ہیں مُلّا
اُن کو میخانہ میں لے آؤ سنور جائیں گے

لاشے کو پھینکدیجیے میرے کہ دفن کیجیے — مردہ بدست زندہ جو چاہیے سو کیجیے

معلوم ہوا بینی و ابروئے بُتاں سے — اک تیر ہے گویا کہ ملا ہے دو کماں سے

دل بچے کیونکر نگاہِ چشمِ شوخ و شنگ سے   اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑوں فرسنگ سے
اے تو غافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہیں   اس دل بیتاب جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے
بل بے باریکی کہ گویا اوسکا ہر تارِ سخن   جنتری میں کھینچکے نکلے ہے دہانِ تنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریش سفید شیخ پر
وسمہ آبِ تنگ ہے مہندی سے گلرنگ سے

ڈسا ہو کالے نے جسکو کافر تو وہ فسونکے اثر سے کھیلے   دہان و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے
گاہ تھی خلق اُس پری پہ حیران پڑی آواز نہ تھی   گاہ یہ غل کہ سنائی دیتی کان پڑی آواز نہ تھی
بیقراری کا سبب ہر کام کی امید ہے   نا امیدی ہو تو پھر آرام کی اُمید ہے
مری طاعت سے اپنی معصیت بھی عار کرتی ہے   مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
اگر انسان قانع ہو غنی ہووے دو عالم سے   ہوا و حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی ہے
وہ ہوں میں پُر معاصی سوختہ سوزِ ندامت سے   حذر دوزخ کرے جسکی شرارِ سنگ سے بچتا ہے
اگر پوچھے کوئی مجھسے کہ کیوں نالاں ہے یہ کہدوں   محبت سے محبت سے محبت سے محبت سے
اگر اٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے   لگایا جی کو اپنے روگ جب سے دل لگا بیٹھے
دل کہاں سیر و تماشے پہ مرا لگتا ہے   جی کے لگجانے سے جینا بھی برا لگتا ہے
رہے خاطر نہ بے شغلِ محبت کیونکہ بند اپنی   کلید قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی
باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی   کالا کریگا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی
عیاں ہو عشق کی گرمی ہویدا سوزشِ دل ہے   کہ آتا اپنا اشکِ سوختہ مانند فلفل ہے
مجھے گہوارہ بھی تھا کشتی طوفان زدہ آسا   وہ ہوں جوں طفل اشک آفت رسیدہ میں لڑکپن سے
کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نکرے   اور جو یہ تنگ کریں منہ سے شکایت نکرے
عشق کے داغ کو دل مُہرِ نبوت سمجھا   ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نکرے
درد دل لوٹتا ہوں میرا اسکو درد ہے   ہو نہیں لذتِ درد جب پہلو سے اٹھو درد ہے

دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے — ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہاں یوں ہی سہی — آپکی یوں ہی خوشی ہے مہرباں یوں ہی سہی

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے — خاک میں جب مل گئے دونوں برابر ہو گئے

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائینگے — آگے جائیں پیچھے جائیں جائینگے پر جائینگے
ابر رحمت ہے بھیجے اسدم لگادے تو جھڑی — کہتے ہیں جانیکو وہ دیکھیں تو کیونکر جائینگے
ہم بتوں کے دل کو جذب دل سے کھینچے جائینگے — پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچے جائینگے
دیکھیں تو دلکی کشش کبتک نہیں کرتی اثر — ہم بھی نالہ اس دل بسمل سے کھینچے جائینگے

قفل صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے — جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

جائے ہے زیر مغیلاں ترے دیوانوں کی — مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

اوڑائے طرز نالہ کے جو اکدن تیرے مجنوں سے — سو اتنیک دیکھ لی منقار طوطی سرخ ہے خوں سے
نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیال خال مشکوں سے — رہے ہے بیدار ساری رات ہم اک چشم افسوں سے
اثر ہو نالہ بیدرد میں آشنا تو اے بلبل — کہ ٹپکیں جائے شبنم اشک انجم چشم گردوں سے
یہ عالم ہے وہ مخانہ کہ جسمیں دور گردوں نے — گل حکمت کئی کھینچے ہیں خم خاک افلاطوں سے
ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ — کرے ہے پیرہن وہ ایک برگ بید مجنوں سے
اوڑائیں یوں تو جادوگر بلا سے ہم نہیں ڈرتے — پریشاں دم ہوا ہوتا ہے اس چشم پرافسوں سے

کہتے ہیں لوگ جھوٹ نہیں پانوں جھوٹ کے — چھوٹے تو بیٹھے بھی نہیں پانوں ٹوٹ کے
چلتا ہو ذوق قید سے ہستی کے چھوٹ کے — یہ قید مار ڈالیگی دم گھوٹ گھوٹ کے
کیونکر حباب ہو سکے دریائے بیکراں — دریا سے جبتلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

ہر دم دل خوں گشتہ میں اک جوش فزوں ہے — جو آہ ہے سینے میں سو فوارۂ خوں ہے
پھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی الٹی — برگشتہ جو قسمت ہے مری بخت نگوں ہے
دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا — طائر کی طرح رنگ پریدہ سے شگوں ہے

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری — جو نالہ ہے ایوان محبت کا ستون ہے
قسمت برگشتہ دیکھو اک نگہ کی تھی ادھر — سو کھنچی آکر تا سر مژگاں حیا سے پھر گئی
الفت کا نشہ جب کوئی مرجائے تو جائے — یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے
اک صدمہ درد سر سے مری جان پر تو ہے — لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے
وہ دل کہ جسمیں سوز محبت نہو ذوق — بہتر ہے اُس سے سنگ کہ اُسمیں شرر تو ہے
رات جوں شمع کٹی ہم کو جو روتے روتے — بجھگئے اشک نیں ہم صبح کے ہوتے ہوتے
ستمگر تو نے روکا سبکو میرے پاس آنے سے — اجل بھی گر کبھی آئی تو شاید کچھ بہانے سے
اگرچہ لے چکا ہے تو دل و دیں اک زمانے ہو — ہیں اسیر بھی اے کافر ترا ایمان ٹھکانے سے
پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست گر اُسکی — تو ٹپکے بادۂ انگور اُسکے دانے دانے سے
کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائی ہو — پر میرے پاس آنے سے بھی کوئی کھائے جائے ہو
کہوں اے ذوق کیا حال شب ہجر — کہ تھی اک اک گھڑی سو سو مہینے
نہ تھی شب ڈال رکھا تھا اک اندھیر — مری بخت سیہ کی تیرگی نے
تپ غم شمع ساں ہوتی نہ تھی کم — اور آتے تھے پسینوں پر پسینے
یہی کہتا تھا گھبرا کر فلک سے — کہ او بے مہر و بداختر کمینے
کہاں میں اور کہاں یہ شب مگر تھے — مرے جانب سے تیرے دل میں کینے
سوا اس ظلمت کے پردے میں کئے ظلم — ارے ظالم تری کینہ دری نے
عوض کس بادہ نوشی کے مجھے آج — پڑے یہ زہر کے سے گھونٹ پینے
حواس و ہوش جو مجھ سے قریں تھے — قرینے سے ہوئے سب بے قرینے
مری سینہ زنی کا شور سنکر — پھٹے جاتے ہیں ہمسایوں کے سینے
اُٹھایا گاہ اور گاہے بٹھایا — مجھے بے تابی و بے طاقتی نے
کہا جب دل نے تو کچھ دکھا کے صورت — بہت الماس کے توڑے نگینے

نہ ٹوٹا جان کا قالب سے رشتہ   بہت سی جان توڑی جانکنی نے
بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی   طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات   یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ مین آ لبو   پڑہی یٰسین سرہانے بیکسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی   لکھا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے   اذان مسجد مین دی بارے کسی نے
بشارت مجکو صبح وصل کی دی   اذان کے ساتھ مین فرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر   کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے
مؤذن مرحبا بر وقت بولا   تری آواز مکے اور مدینے

کل ایک تارک دنیا سے مین نے پوچھا ذوق   کہ تو اوکھڑ کے اِدھر سے اُدھر ہوا پیوست
گزرتی ہوگی با آرام زندگی تیری   کہ تجھکو اب نہ غم نیست ہے نہ شادیٔ ہست
کہا اُسنے کہ قید حیات میں انسان   کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو مست الست
اوٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان   کہ با فراغ کردن کنج عافیت میں نشست
چھٹا جو کوئی گرفتاریون سے دنیا کی   تو سلسلہ مین فقیری کی پھر ہوا پابست
رہا وہ خدمت مرشد کی قید میں برسون   کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست
گر ایک عمر مین پہونچا مقام اعلیٰ پر   کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست
جو دستگاہ تصرف میں تھی ہوئی اُسکو   تو یہ ارادہ رہا اور بھی ہوں بالا دست
ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی   کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیجے شکست
جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند   پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتون مین گر ہے مست

تشریح

حصہ اول

شعر۱۔ مطلب۔ میرا قلم جب خدا کی تعریف لکھنے لگا تو الحمد کا الف بنگیا حمد کے معنی خدا کی تعریف کے ہیں الحمد سورہ فاتحہ گویا خود حمد کی صورت بنگیا۔

شعر۲۔ صراط راہ شعر۳ خارزار۔ کانٹوں کی جگہ۔ پانچوں آغشتہ خون میں ڈوب کر۔

۴۔ محیط اعظم۔ سمندر۔ ۶۔ رہ نورد۔ مسافر مطلب۔ میرا پاؤں زمین پر نہیں پڑتا۔

۸۔ مطلب میری آنکھیں حسن حقیقی کی شمع کا پروانہ بنگئی ہیں۔

۱۰۔ سرود۔ باجے کا نام ہے ایک راگ بھی ہے۔ مطلب۔ خون دل پیتا ہوں فریاد و نالہ نہیں کرسکتا۔ خون دل سیندور کے مشابہ ہے سیندور کھانیوالا بول نہیں سکتا۔

(۱۱) وادیٔ ظلمت۔ تاریکی کا میدان۔

۱۲۔ صریر قلم کی آواز صریر اور صدور میں مناسبت لفظی ہے۔

صفحہ۲

۷۔ انانیت۔ غرور (میں) غماز۔ چغلخور۔ ۱۰۔ زنبور۔ بھڑ۔ ۲۰ تصویر نہالی

تصویر قالیں سے شیرِ قالیں وگرد شیرِ نیستاں دگر است۔

صفحہ ۴۳

۱۔ دانہ روئیدہ تہہ سنگ۔ پتھر کے نیچے اوگا ہوا دانہ یعنی ہمارا سر غم کے بوجھ سے اوٹھ نہیں سکتا۔
۹۔ تجھکو دیکھ کر دل بیقرار ہو گیا ہے (پارہ بیقرار ہوتا ہے اسی سے تشبیہہ دیا ہے)
۱۲۔ کرمک شب تاب۔ جگنو ۱۵۔ تلوار کے سامنے سر جھکا لیتا ہوں گویا تسلیم و رضا کا اقرار ہے۔ ۱۹۔ شعلہ جوالہ۔ وہ شعلہ جو چکر میں ہے۔ گرداب (بھنور) سے مناسبت ہے۔

صفحہ ۴۴

۷۔ انسان میں اگر لالچ نہیں ہے تو فرشتہ سے بڑھکر ہے اشارہ ہے عربی کے ایک مقولہ کی طرف۔
شعر ۹۔ میری گم گشتگی اسی سے ظاہر ہے کہ میں گم ہو کر بھی نمایاں ہوں۔
۷۔ نیش۔ ڈنک۔ کژدم۔ بچھو۔
۱۲۔ از خود رفتہ۔ بیخود۔
۱۳۔ لب گویا۔ گفتگو کرتے ہوئے بولتے ہوے ہونٹھ۔
۱۵۔ خط مشکیں کی رعایت سے نسخۂ سودا لایا گیا ہے۔
۲۰۔ جو کنوئیں کا پانی زیادہ گہرائی میں ہوتا ہے غور سے دیکھئے پر تارے کیطرح چمکتا ہوا نظر آتا ہے تارا چونکہ آسمان کی چیز ہے

ذوق نے ثابت کیا ہے کہ میری پستی میں بلندی ہے۔
۱۲۔ سنگ خارا۔ ایک قسم کا پتھر (جو بہت سخت ہوتا ہے)

صفحہ ۵

۱۔ ماءالحیات۔ آبحیات۔ امرت۔ سیماب۔ پارہ۔
۵۔ سارا کل کے معنی میں ہے دوسرے عنبر کی صفت بھی ہے عنبر سارا۔ استعارات سے یہ لفظ لایا گیا ہے۔
۶۔ صد برگ اور ہزارا۔ پھول کی قسم ہے۔
۷۔ گناہ کی تاریکی سے محشر کا دن رات بنگیا۔ آفتاب جو سوا نیزے پر آگیا تھا اوسکی روشنی اسقدر دھندلی ہوگئی کہ دُم دار ستارہ معلوم ہونے لگا دوسرے یہ کہ نیزے پر آکر اوسکی صورت دُم دار ستارے کی ہوگئی (نیزے کو دُم قرار دیا ہے)
۱۰۔ نہیں ہو ہی چکا تھا۔ مر چکا تھا۔
۱۶۔ بدرقہ۔ سامان

صفحہ ۶

۳۔ خرمن۔ کھلیان (ڈھیر)
۱۳۔ تیرا ہاتھ آفتاب کو روزانہ شفق کی سرخی میں غوطے دیتا ہے۔ آفتاب اور شفق کی سرخی کا فلسفہ شاعر بیان کرتا ہے۔
۱۶۔ جاروب۔ جھاڑو۔
۱۷۔ چشم نمائی۔ آنکھ دکھانا۔

صفحہ ۷

۱۔ رہزن ایمان۔ ایمان کا ڈاکو۔

۶۔ بحران۔ بخار کی رعایت سے بحران استعمال کیا ہے۔

صفحہ ۸

۱۔ بدبیں۔ بُرا دیکھنے والا
۲۔ کمزور زندگی کا سوز۔ بجلی کی چمک اور چنگاری کی ہستی ہے۔
۶۔ حلاوت۔ شیرینی۔ تلخ آبہ۔ کڑواہٹ سرشک۔ آنسو۔
۸۔ ایکا پڑنا۔ عادت ہونا۔
۱۳۔ پائمال کے۔ پائمال کرکے۔ پاؤں سے روند کر۔
۱۶۔ ہلال ۲۹ یا ۳۰ کا چاند
۱۷۔ انفصال۔ فیصلہ ہونا۔

صفحہ ۹

۱۔ پھسلنا۔ پھسلنے والا۔
۲۔ چرخ زحل۔ وہ آسمان جہاں زحل ہے (ساتواں آسمان)
۷۔ نخل سرمازدہ۔ وہ درخت جو سردی سے مرجھا گیا ہو۔
۱۱۔ پائے کوباں۔ پاؤں پٹکتا ہوں (خوش خوش)
۱۲۔ جس طرح درختوں کے پتے ہاتھ ملتے ہیں (اونکی جنبش کو ہاتھ ملنا کہا ہے) اسی طرح میں بھی تنگدستی اور افلاس میں ہاتھ ملونگا۔

۱۴۔ دل سرد ہوتا۔ بے حس ہونا۔ آگ ہونیکی رعایت سے دل سرد ہونا کہا ہے۔ بوالہوس۔ لالچی
۱۶۔ دشت گرد۔ جنگل میں پھرنے والا۔ گردباد بگولا۔
۱۹۔ گل درد۔ گلاب۔ گل زرد۔ زرد پھول (دو رنگ جیسے شگفتگی نہ ہو)

۲۰۔ بجھا ہوا یعنی پانی گرم کرکے ٹھنڈا کیا جائے یا اور کسی گرم چیز سے بجھایا جائے (بیماروں کو دیا جاتا ہے) بجھا ہوا۔ مایوس۔

صفحہ ۱۰

۳۔ شعلہ ور۔ شعلہ پیدا کرنے والی۔ شعلہ والی۔

۴۔ توڑا بجھا ہوا۔ توڑا فتیلہ کے معنی ہیں۔ (بندوق فتیلہ دار کی طرف اشارہ ہے)

۱۰۔ لفظ درد کے تینوں حروف علیحدہ ہیں۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ میرے جسم کا جوڑ جوڑ جدا ہو جائے تو کوئی ہرج نہیں مگر جدائی کا درد نہ جدا ہونا چاہئے۔

۱۳۔ گندم۔ گیہوں۔ شاعر کہتا ہے کی جو گیہوں کی صورت سینہ چاک کئے ہوئے ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے وعدۂ حبیب کو یاد کرتا ہے اس کے فراق میں یہ حال ہے۔

۱۶۔ بت اگر پردہ میں نہ رہتا تو ایمان چلا جاتا خدا نے جو بت کا پردہ رکھکر ایمان کو قایم رکھا اوس کا شکر ہے۔

۱۷۔ معشوق نے جو اپنا پانوں قبر پر رکھا اوس کا نقشِ قبر پر اوبھر آیا گویا یہ بربادیٔ قبر کا تعویذ ہو گیا۔

تعویذ۔ آبادی۔ اور بربادی دونوں کے ہوتے ہیں۔

۱۸۔ تلخکامی۔ تالو اور زبان کا تلخ ہو جانا (کبھی کبھی خود بخود ہوتا ہے) ہما۔ ایک فرضی چڑیا ہے جسکی خوراک ہڈی ہے۔

صفحہ ۱۱

۱۔ نرگس۔ ایک قسم کا پھول آنکھوں کی شکل کا دستہ بمعنی گلدستہ

۳۔ عصائے پیری۔ گویا کہ قبر کا رہنما ہے۔
۲۔ آبِ بقا۔ آبِ حیات۔
۱۳۔ بادکا گھوڑا۔ ہوا کا گھوڑا (محاورہ ہے ہوا کے گھوڑے پر چڑھنا۔ کسی کی کچھ نہ سننا)
۱۴۔ مصحف۔ قرآن۔
۱۹۔ پانی سَو نیزے چڑھا۔ بات بڑھا دی

صفحہ ۱۲

۸۔ فساں۔ سان۔
۱۱۔ سنان۔ نیزہ۔

صفحہ ۱۳

۷۔ عیش وطرب۔ عیش و آرام۔ طرب خوشی (خوشی و خرمی)
۸۔ چہلم۔ چالیسواں (مرنے کے بعد ۴۰ یا چالیس روز بعد فاتحہ کی رسم)
۱۰۔ ذوقِ طپیدن۔ تڑپنے کا ذوق
۸۱۔ طالع۔ نصیب۔ طالع۔ گردوں اور ستارے کی مناسبت سے لایا گیا ہے۔ بلند طالع وہ کہا جاتا ہے جسکی قسمت کا ستارہ بلند ہو یعنی خوش نصیب ہو۔

صفحہ ۱۴

۱۔ بحرِ عشق۔ عشق کا سمندر۔ ازل جسکی ابتدا نہ ہو ابد جسکی انتہا نہ ہو۔

۲۔ کسی چیز کا کشتہ کرنا درست نہیں اسلئے پارے کو کشتہ کر کے اکسیر لینا بھی درست نہیں۔

۳۔ الیاس۔ حضرت الیاس وہ پیغمبر ہیں جو پانی پر معمور ہیں کر لوگوں کو ڈوبنے سے بچائیں۔

خضر۔ وہ ہیں جو خشکی پر تعینات ہیں کہ بھولے بھٹکے مسافروں کو راستہ بتائیں گرداب (بھنور)

۴۔ سریع السیر۔ بہت جلد چلنے والا۔ قطب۔ اپنی جگہ پر رہنے والا ستارہ۔

۶۔ خسارہ۔ نقصان۔

۷۔ منکا ڈھلنا۔ موت کی علامت ہے۔ استخارہ۔ تسبیح سے فال دیکھنا۔

۱۰۔ شانہ۔ کنگھی۔

۱۳۔ گوش شنوا۔ سننے والا کان۔

۱۷۔ مہندی لگے ہوئے پاؤں کی توصیف لکھنا گویا کاغذ کو رنگین کرنا ہے۔

۲۰۔ زاغ کمان۔ کمان کا ایک حصہ

صفحہ ۱۵

۱۔ عزاداری۔ سوگ منانا۔

۸۔ گھنٹہ بجانے کے لئے کسی ظرف میں کٹورہ بھر کر چھوڑ دیتے ہیں وہ تیرتا رہتا ہے اس میں اسقدر باریک سوراخ کرتے ہیں کہ وہ پانی سے بھر کر ایک گھنٹہ میں ڈوبتا ہے اسی طرف

اشارہ ہے

۱۰۔ بے نم۔ جس میں آنسو نہ ہو (خشک بیدرد) کور۔ اندھا۔
۱۷۔ ثمر۔ پھل۔ نخل۔ درخت۔

صفحہ ۱۶

۵۔ ملائک۔ ملک کی جمع (فرشتہ)
۹۔ غزال پلنگ خو۔ وہ ہرن جسکی طبیعت شیر کی طرح ہو۔
۱۷۔ چشم فتاں۔ فتنہ برپا کرنیوالی آنکھ۔ وقف غزالاں۔ ہرنوں کے لئے وقف۔
۱۸۔ پیچیدہ مویاں۔ وہ جنکے بال گھونگر والے ہوں۔ عشق پیچاں ایک جھاڑ ہے پیچیدہ مو کی رعایت سے عشق پیچاں کہا ہے۔

صفحہ ۱۷

۱۔ زنخداں۔ ٹھوڑی۔ ہاتھ زیر زنخداں رہنا سوچنا اور فکر کرنا تعجب کرنا۔
۲۔ معجزہ۔ وہ بات جس کے کرنے سے عقل حیران اور عاجز رہ جائے۔
۳۔ گرم جولاں۔ دوڑتا ہوا۔
۴۔ عریاں۔ ننگا۔
۷۔ ہالہ نشیں۔ ہالہ میں بیٹھنے والا۔
۱۳۔ حاصل صد بحر و کان۔ سیکڑوں دریا اور کان کا حاصل (یعنی موتی اور سونا چاندی جواہرات۔
۱۶۔ تشہیر۔ شہرت دینا (لاش کو گلی گلی میں پھرانا) رسمان۔ رسی
۱۷۔ مرغ شانہ سر۔ ہدہد۔

صفحہ ۱۸

۱۔ دھواں اُڑانا۔ برباد کرنا۔

۳۔ حصار۔ قلعہ۔ جوّالہ ساں۔ چکّر دینے والے شعلے کی طرح

۹۔ پنبہ۔ روئی

۱۰۔ عشرہ محرّم۔ محرّم کے دس دن (۱ سے ۱۰ تک)

۱۸۔ اکسیر اعظم۔ ایک کتاب کا نام ہے جو فن طب میں ہے دوسرے، وہ چیز جس سے سونا یا چاندی بنتی ہے۔

صفحہ ۱۹

۱۔ ملخ۔ ٹڈی (ٹڈی بغیر ذبح کئے ہوئے حلال ہے اسی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۔ قل ہونا۔ فاتحہ ہونا

صفحہ ۲۰

۱۶۔ حجر اسود۔ ایک قسم کا پتھر ہے جو یہودیوں کے نزدیک متبرک ہے۔

صفحہ ۲۱

۴۔ زقوم۔ تھوہڑ

۱۱۔ زحل ستارے کا نام ہے۔

صفحہ ۲۲

۲۔ ٹٹکا۔ تدبیر۔ ٹوٹکا وغیرہ۔

۱۵۔ موسیقار۔ گویّا جو فن موسیقی کا ماہر ہو۔ ایک چڑیا کا نام بھی ہے۔

۱۷۔ مرغانِ آتشخوار۔ آگ کھانیوالی چڑیاں (چکور وغیرہ)
۱۸۔ خدائی خوار۔ ذلیل و رسوا۔

صفحہ ۲۳

۱۔ ماہتابی۔ مکان کا وہ کھلا ہوا حصہ جہاں سوتے بیٹھتے ہیں۔
۱۵۔ محکوم القضاء۔ جو قضا کے حکم میں ہو۔
۲۲۔ جی چھوٹ گیا۔ ہمت ہار گئی۔

صفحہ ۲۴

۱۔ طوطی بولنا۔ مشہور ہونا۔ صاحب اختیار ہونا۔
۲۔ آسیائے باد۔ ہوا کی چکی۔
۱۱۔ مگس جامِ شراب۔ مکھی جو شراب کے جام میں پڑ جائے خالِ معشوق سے اسکی تشبیہ دی ہے۔
۱۲۔ خالِ سویدا۔ سیاہ تل۔
۱۹۔ حبابت کا فلسفہ ہے۔ انسان اسی طرح عدم کو واپس ہوگا جیسے جامِ شراب ساقی کی طرف

صفحہ ۲۵

۲۔ عسس۔ محتسب (شراب خواری کو روکنے والا)
۳۔ نوشدارو۔ ایک دوا ہے۔
۵۔ ابلق چشم سیہ مست۔ معشوق کی آنکھیں ہیں۔ ابلق اسلئے کہ پتلی سیاہ اور دیدہ سپید ہوتا ہے۔ ابلق چتکبرے گھوڑے کو بھی کہتے ہیں۔

صفحہ ۴۸

قلیان کش - حقہ پینے والا -
کاسہ زہراب - زہر بھرا پیالہ - حلاوت شیرینی -

مدام کے معنی ہمیشہ کے ہیں - شراب کا نام بھی ہے -
دونوں کی رعایت سے یہ لفظ استعمال ہوا ہے -

مدام - قرض - صفحہ ۴۹
سنان - نیزہ - عشق میں سر کٹانا سرفرازی اور بلندی ہے -

پشتہ خار - پشتہ کہلاتا ہے کسی ایک چیز کا ٹیلا یا کھڑے کی شکل کی ہوتی ہے -

ماہی تا ماہ - زمین سے آسمان تک -
پشت ہا - خاندان - پیڑھی (نسل بعد نسل)

صفحہ ۵۰

جس طرح خنجر کا ٹوٹ جانا عجیب چیز ہے اسی طرح غلط فن کا دل کو گرداب وقت میں تیار کرنا عجیب چیز ہے کشتی کے بیچ میں جو گڑھا ہوتا ہے وہی جائے فن یا گرداب فن کہلاتا ہے -

اذان گور - جنازے کی اطلاع -
صبوحی کشاں - صبح کی شراب پینے والی (آنکھیں)
مگر وہ جاتی ہے جس کو دیکھ کر صبح ہو جانے کا دھوکا ہو جائے
وہ زیادہ رات رہے نکلتی ہے -

صفحہ ۳۱

عین مصلحت - چشم کی رعایت سے عین کہا، عین کے معنی آنکھ کے بھی ہیں -

مرد خدا - اس جگہ تحقیر اور ظرافت کا کلمہ ہے - ہوں کی رعایت سے استعمال ہوا ہے -

قلابے زمین و آسمان کے ملانا - محال بات کہنا بڑھ بڑھ کے بات کہنا -

صفحہ ۳۲

گینڈے کی سینگ آرہ سے کٹتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے -

کرگدن - گینڈا -

شاخ نبات - نئے تلمیان -

پروین کا خوشہ ان ستاروں کا مجموعہ ہے جو باہم گچھے کی شکل میں ہوتے ہیں -

کڑی - سخت بات - صفحہ ۳۳

شیخی بگھارنا - شیخی کرنا - دھاک جمانا -

چڑھے چاند کا وعدہ - ابتدائے ماہ میں دو ہفتہ عروج ماہ کا وعدہ -

صفحہ ۳۴

آشوب - فتنہ - یہاں چشم کی رعایت سے آشوب کا لفظ آیا ہے - آنکھ کا آشوب کرنا - آنکھ آنا -

خدنگ ۔ تیر ۔
چشم مخمور ۔ متوالی آنکھیں ۔ نیشتر ۔ نشتر کانٹا ۔

پلنگ ۔ چارپائی ۔ پلنگ ۔ شیر ۔ غزال رم دیدہ ۔ بھاگا ہوا ہرن ۔

صفحہ ۳۵

سر چڑھ کر ۔ بہادری سے

گٹکا لے کر اوڑنا ۔ اکثر فقیر اور جوگیوں کی نسبت سنا گیا ہے کہ وہ منہ میں گٹکا لے کر اوڑ جاتے ہیں ۔
باد کے گھوڑے پر سوار ہونا ۔ کسی کی نہ سننا ۔
شب یلدا ۔ کالی رات ۔ صفحہ ۳۶

معشوق کے پان کی سرخی دیکھ کر زاہد مرجاں کی تسبیح چھوڑ دے (مونگا سرخ ہوتا ہے) پان کی رعایت ہے ۔
دستگرداں ۔ اوو بار ۔ صفحہ ۳۷
رجب کا چاند دیکھ کر قرآن دیکھا جاتا ہے ۔ شاعر کی رائے ہے کہ شب وصل میں رجب کا چاند نکلے تو قرآن کی جگہ معشوق کا چہرہ دیکھو ۔

صفحہ ۳۸

چڑیوں کو اگر معشوق کے تیر کے پر مل جائیں تو وہ ہما بن جائیں ۔

اوس پڑ جانا - خراب ہو جانا -

بلا - دوری - صفحہ ۱۳۹

ا - لقمان ایک بہت بڑا حکیم گذرا ہے - مثل ہے کہ وہم کی دوا لقمان کے پاس بھی نہیں - صفحہ ۱۴۰

ا - شیر کا ناخون خنجر کی شکل کا ہوتا ہے اور مچھلی کی دُم قینچی کی صورت کی ہوتی ہے -

صفحہ ۱۴۱

دل میں 'د' اور 'ل' ہمیشہ الگ الگ لکھے جاتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے -

قلق کو ورد کی طرح چاہے سیدھا پڑھو چاہے اُلٹا وہی قلق ہے -

ساری خدائی - تمام دُنیا -

چھوٹا ہے وہم اور گھبرو ہے

اَشور - قیامت - صفحہ ۱۴۲

ا - ماہتابی - بالاخانہ کا وہ حصہ جو کھلا ہوا ہو تاکہ چاندنی آسکے - صفحہ ۱۴۳

پل صراط " ہے کوئی اور " دوزخ پر قیامت کے دن کھینچی جب گنہگار اس میں ڈالے جائیں گے -

حادث - جس کو فنا ہو - مٹنے والا -

صفحہ ۴۴

کل جمع ضد بارد - تمام کھٹی چیزیں ٹھنڈی ہوتی ہیں -
درہم ایک سکہ ہے - درہم کے معنی پراگندہ کے
ہیں اور ملنے کے بھی ہیں -
شوراب اور تیزاب - دوائیں ہیں -

صفحہ ۴۶

ہشتاد و دو ملت - بہتر فرقے -
تیمناً - تبرکاً -
نابلد - ناواقف -
ابجد - حروف تہجی - اب وجد - باپ دادا -

صفحہ ۴۷

کیفی - مست و سرشار -
جیفہ - مردار -

صفحہ ۴۸

طاس قلیان - فرشی یا گڑگڑی - ابر بہمن - ابر موسم بہار -

ریگ شیشہ ساعت - ایک آلہ ہوتا ہے جس سے اگلے
زمانے میں وقت معلوم کیا جاتا تھا ایک شیشے میں بالو بھرا
جاتا تھا جس سے اس کو حرکت دیا کرتی تھی -

صفحہ ۵۰

اشعارات و شفا۔ دو کتابوں کا نام ہے جو فن فلسفہ میں مشہور ہیں۔ پہلی کتاب محقق طوسی کی اور دوسری شیخ ابن سینا کی ہے۔

صفحہ ۵۱

بہ قدر درم۔ درم کے برابر فقہ کی اصطلاح ہے۔

صفحہ ۵۲

بات کو کھٹائی میں ڈالنا۔ طول دینا
ماہ منزل ہوائی ہیں۔ نجوم کی ایک اصطلاح ہے۔

ذوق جوانی میں شراب کے بغیر بڈھا ہو گیا۔
غواہ۔ کچا انگور۔ مویز منقے۔
صفحہ ۵۳
منہ میں گھنگھنیاں بھرنا۔ خاموش رہنا۔
کفک۔ ہتھیلی۔ فندق۔ پاؤں کا تلوا۔

صفحہ ۵۴

وہ کہے اللہ ہو (اللہ) یعنی تم اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں یعنی یہ نہیں ہو سکتا۔

کشتی طوفان زدہ۔ وہ کشتی جو کہیں قرار نہ پائے۔
صفحہ ۵۵
گیند کے قسم کی ایک چیز کھیلنے کی ڈگل بازی (
کانوں میں گھسیٹنا۔ ذلیل کرنا۔

صفحہ ۵۶

خط شکستہ۔ ایک قسم کی تحریر ہے۔ گھسیٹ۔

دوسرے مصرعہ میں ٹپکے اس قطرہ کے معنی میں ہے جو ٹپکنے کے لئے طیار ہو اسی لئے ٹپکے کے مجازی معنی مصیبت کے بھی ہیں۔

خط توام۔ ایک قسم کی تحریر ہے۔

صفحہ ۵۷

گور تین دن بھاری ہونا۔ تکلیف زیادہ ہونا۔

قم قم۔ اٹھ اٹھ۔ قلقل مینا مشہور ہے۔ لیکن ذوق نے اسکی جگہ قم قم کہا ہے دوسرے یہ کہ قم حضرت مسیح مردہ جلانے کے وقت کہتے تھے گویا مینا مسیحائی کرتی ہے۔

دوسرے مصرعہ میں کھٹکا خطرے کے معنے میں ہے۔

صفحہ ۵۸

نبیڑنا۔ بتانا۔

ایڑ دینا۔ تیز کرنا۔

کھکھیڑ۔ جھگڑا بکھیڑا۔

دستار فضیلت۔ فضیلت کی پگڑی۔ وہ پگڑی جو عالم ہونے پر باندھی جاتی ہے۔

صفحہ ۵۹

مغلق۔ مشکل۔ تعقید۔ ایچ پیچ۔ ادق۔ بہت مشکل

صفحہ ۶۰

ملتوث۔ آلودہ۔ دلکشی سالن چڑھا کر عبادت کرنے کا طریقہ۔

۱۴۔ نمک چش۔ نمک چکھنے والا۔
۱۵۔ منقش۔ نقش و نگار کیا ہوا۔
۱۶۔ خلیل و اخفش۔ عرب کے دو مشہور نحوی اور عالم منتخب گذرے ہیں۔

صفحہ ۶۱

جو یہ قضا ہو۔ جو اس میں فرق آسکے۔
روضۃ الصفا۔ ایک کتاب کا نام ہے۔
کتّا گھاس۔ ایک قسم کی گھاس ہے۔

صفحہ ۶۳

قصہ پاک ہونا۔ قصہ تمام ہونا۔
کتنے پانی میں ہیں۔ کتنی ہمت ہے۔

صفحہ ۶۴

جگر کو روندنا۔ جگر کو کھو دینا۔
صفحہ ۶۵۔ گھر کے گھر کا صاف کرنا۔ گھر کے گھر کا برباد کرنا اور تباہ کر دینا کسی کو نہ چھوڑنا۔

صفحہ ۶۶

چلتے ہاتھ۔ اپنے وقت میں زمانے ہیں۔
ہاتھ پھیلانا۔ ہاتھ نکلنا (ہاتھ میں)

۶۸/

داغ کھانا۔ برداشت کرنا
صفحہ ۶۹ ہاتھ اٹھانا۔ ناامید ہونا۔

صفحہ ۶۸

قرطاس غلط بردار۔ غالباً کیا ادب سے مراد ہے۔

صفحہ ۷۹

مومیا۔ مومیائی۔

کشادِ کار۔ مطلب براری۔

صفحہ ۱۰۵

لونِ نمک۔ زخمِ دل پر مرہم کی ضرورت نہیں بلکہ اس میں
تکلیف اور درد پیدا کرنے کی حاجت ہے۔ اس لئے اگر نمک میسر نہیں
آتا تو یہ کام نمک سے بھی ہو سکتا ہے۔

صفحہ ۱۱۵

اشکال۔ مشکل۔
سانپ کو جب زخم ہو جاتا ہے تو وہ بچتا نہیں چیونٹیاں
اس میں لپٹ کر اسکو مار ڈالتی ہیں۔ اسی طرف اشارہ ہے۔
اصحاب الفیل۔ ہاتھی والے لوگ مشہور قصہ ہے ابرہہ
کعبہ ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کا لشکر لیکر آیا تھا۔

صفحہ ۱۱۶۔ مسدود البصر۔ جسمیں بینائی نہ ہو جیسے دلوں میں بینائی
نہیں ہوتی۔

قبلہ و کعبہ الٹا سمجھنا۔ بزرگ اور استاد ہونا۔

صفحہ ۷۴

الحفیظ ۔ خدا محفوظ رکھے

صفحہ ۷۵

لوٹنے کی جا ہے ۔ قربان اور نثار ہونے کا وقت ہے ۔

صفحہ ۷۶

گُل عبہر ۔ نرگس کے پھول (خاص قسم کی نرگس)

صفحہ ۷۷

جوں مورچہ نہ یہ تیرے خنجر میں گھر کرے ۔ ترے خنجر میں زنگ نہ لگ جائے ۔

آیتوں سے روایتوں سے ۔ قرآن سے اور حدیث سے

صفحہ ۷۸

باآی ذنب قتلتنی ۔ کس گناہ پر تو نے مجھکو قتل کیا ۔

چھوٹ لڑانا ۔ دلیری سے مقابلہ کرنا ۔

صفحہ ۷۹

زال دنیا ۔ دنیا کی بڑھیا (دنیا)

الحرب خدعۃ ۔ لڑائی فریب ہوتی ہے ۔

صفحہ ۸۰

مرچیں لگنا ۔ تڑپ جانا ۔

صفحہ ۸۱

چاٹ لگانا ۔ لالچ دلانا ۔

روزِ مصاف - لڑائی کا دن
وحدت وجود - تصوف کا ایک مسئلہ ہے جس میں
ثابت کیا گیا ہے کہ خدا ایک ہے اور ہر جگہ موجود ہے۔
صبوحی - صبح کی شراب - صفحہ ۸۲

قسلم آتشبار - ایک قسم کی آتشبازی
صفحہ ۸۳
اخوانِ شیاطین - شیطان کے بھائی۔
رویت - دید اور دیدار - صفحہ ۸۴

نقطوں سے فال دیکھنا - علم جفر کی ایک قسم میں نقطوں
کے حساب سے فال دیکھی جاتی ہے۔
صفحہ ۸۶
تیمم خاک سے - اور وضو پانی سے ہوتا ہے انقلاب
سے یہ صورت اُلٹ جاتی ہے۔
صفحہ ۸۷
برج عقرب سے قمر کا نکلنا - گہن سے چھوٹنا۔
صفحہ ۸۸
کان پر جوئیں چلنا - خبردار ہو جانا۔
صفحہ ۸۹
کانوں پر ہاتھ رکھنا - ناواقفیت کا اظہار کرنا۔ کسی چیز سے

تو یہ کرنا مطلب یہ ہے کہ اوس بت نے جو کان میں کچھ پھونک دیا ہے اس سے نمازی اذان نہیں کہتے بلکہ خدا کا انکار کرتے ہیں۔

کسی طرف سے بڑھانا۔ شکوہ شکایت کرکے مخالف بنا دینا۔

اپنا کیا پانا۔ نیکی کے بدلے بدی پانا۔

چکنا۔ ختم ہونا۔ صفحہ ۹۰

بڑبڑانا۔ آہستہ آہستہ پڑھنا۔

پیشوائی کو جانا۔ پیشوائی کرنا۔

صفحہ ۹۲

چناں چنیں ہونا۔ اعتراض کرنا۔ اختلاف ہونا۔

عین الیقین ہونا۔ کسی چیز کو دیکھ کر اس طرح یقین کرنا کہ انکار کی گنجائش نہ ہو۔

ترشی سے نشہ اُتر جاتا ہے اسکی طرف اشارہ ہے

زندگی مستعار۔ زندگی بے اعتبار۔ صفحہ ۹۳

اس شعر میں ذوق نے مسئلہ جبر و اختیار بیان کیا ہے انسان بالکل مجبور ہے اور خدا مختار ہے۔ ذوق کہتا

ہے کہ مجبوری پر تو انسان کا یہ حال ہے اگر مختار ہوتا تو کیا کرتا۔

چشم رکھنا۔ امید رکھنا۔
صفحہ ۹۴۔ یہ غفار کی رعایت ہے۔ چال چلنا استعمال کیا ہے۔
صفحہ ۹۵
کوڑی کفن سے نہ ہونا۔ محتاج اور مفلس ہونا۔
صفحہ ۹۶
مرچیں لگنا۔ غصے سے چڑا ہوا ہونا۔
بسم اللہ کی گنبد میں رہنا۔ قید میں ہونا۔
کسی کی چلم پہ آگ رکھنا۔ غلامی کرنا۔

وال اللہ ہی اللہ ہے۔ اور کچھ نہیں ہے
پانی وار کر پینا۔ صدقہ کرنا۔
دغلی۔ فریبی
فی النار و السقر ہونا۔ جہنم میں جانا۔
ہیولا۔ فلسفہ کی اصطلاح میں صورت کا نام ہے جس سے جسم بنتا ہے
کڑی سہنا۔ برداشت کرنا۔
صفحہ ۹۸
ہم سخنی کرنا۔ بڑا بول بولنا اور برابری یا مقابلہ کرنا۔
سن ہونا۔ بےخبر ہونا۔

صفحہ ۹۹

نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے۔ خاموش مرجائے۔
منہ کالا کرنا۔ گناہ کرنا۔

صفحہ ۱۰۰

گل حکمت کرنا۔ کسی چیز کو مٹی کے برتن میں رکھکر اس کا
منہ بند کر کے جلانا۔ فلاطوں حکیم تھا اسی رعایت سے گل حکمت
کرنا کہا ہے۔

کوا۔ یا اور اسی طرح کی چڑیوں سے شگون لیا جاتا ہے
لیکن دل چہرہ کے اڑے ہوئے رنگ سے شگون لیتا ہے۔
صفحہ ۱۰۱۔ ایوان محبت کا ستون ہے۔ مستقل ہے۔

صفحہ ۱۰۲

یٰسین پڑھنا۔ وقت آخر ہونا۔
تری آواز مکے اور مدینے۔ ترا بول بالا رہے۔
مست الست ہونا۔ خدا پرست ہونا۔
مست ہے تو کیفیت میں گرفتار ہے ہم مستی میں بھی
آزاد ہیں۔
کس نے قطع تعلق کیا۔ کون دنیا کی بندشوں سے
آزاد ہوا جو دنیا سے آزاد ہے وہ خدا کا پابند اور گرفتار ہے۔

متروکات

شیخ نے اگرچہ معنوی اعتبار سے سودا کی تقلید کی تھی لیکن لفظاً تراکیب باردہ اور الفاظ سے احتراز کرکے زبان کو خالص اور سلیس بنانیکی خاص کوشش کی تھی۔ ذیل کے نقشہ سے اس کا صحیح پتا چل سکتا ہے۔

الفاظ غلط	الفاظ صحیح	دلیل حجت
توں	تو	اس وقت بھی عام طور پر تو بولا جاتا تھا اصل میں تو درست ہے۔
سیں	سے	
اس سیں	اس سے	" "
مجھ سیں	مجھ سے	" "
تو نہیں	تو نے	اصل میں "نے" علامت فاعل ہے نہ کہ نہیں۔
جیوں	جوں	یہ دونوں صحیح ہیں لیکن جیوں کا تلفظ جوں کیطرح ہے اسلئے شیخ نے جوں کا استعمال کیا ہے۔
ان نے	اس نے	اُن ضمیر جمع غائب ہے اس لیئے "اس" واحد غائب کی جگہ استعمال درست ہے۔

الفاظ غلط	الفاظ صحیح	دلیل تحقیق
جن نے	جس نے	جن جمع ہے اور جس واحد اس لئے استعمال درست نہیں
جو	جی	جو بھاشا میں زیادہ استعمال ہوتا ہے خالص اردو جی ہے۔
مجھ کون	مجھ کو	کون میں نون زائد ہے۔
سیتی	سے	سیتی کا استعمال بولنے میں درست تھا لیکن متروک ہو چکا تھا۔
لاگا	لگا	

ان کے علاوہ شیخ نے ٹھیٹھ ہندی کے الفاظ - بچن - اور غیر فصیح الفاظ کرت - ڈنڈوت - کورنش - جو سودا اور انشاء کے یہاں کثرت سے مستعمل تھے ترک کر دئے تھے۔

میر درد - سودا نے مثلاً ست فاعل "نے" اکثر جگہ ترک کیا ہے مثلاً میں کہا ہونا چاہئے میں نے کہا۔ شیخ نے استعمال کیا ہے۔

الفاظ ثقیل کا مناسب استعمال کرکے بجائے "کہے" ترک کیا ہے۔

لیکن ان کوششوں کے باوجود شیخ کے کلام میں جا بجا ذیل کا نقص بھی ہیں۔

اغلاط قافیہ

شیخ نے گوارا اور نادا کا قافیہ پارہ اور بادہ درست سمجھا ہے حالانکہ صحیح نہیں گورا میں الف اصلی ہے اور پارہ "ہ" اصلی ہے لہذا "ہ" اور الف کا قافیہ نہیں ہو سکتا۔ دیکھئے غزل "نام یوں پستی میں بالاتر ہمارا ہو گیا" صفحہ ۲۰و۲۱

اغلاط الفاظ

کاہے کو بجائے کیوں بھی فصیح اردو میں درست نہیں
آن کر بجائے آ کر بھی صحیح نہیں کیونکہ اصل مصدر آنا ہے
"کہ اتا" و "لیک" بجائے لیکن بھی صحیح نہیں اگرچہ جائز ہے۔

اغلاط ترکیب

"یوسف کنعاں" میں مضاف الیہ کنعاں کا نون ظاہر کرنا بھی درست نہیں

"چور تھا پر نظر لینے پہ نگہبان چڑھا" میں تعقید اور بیان کی کمزوری ہے۔

لوہو بجائے لہو بھی درست نہیں

صفحہ ۳۳ شعر ۳۳ مصرعہ ۲ میں "تا بجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا" صاحب نظر کو صاحب نظر ہونا چاہیے تھا۔ اس میں علامت اضافت درست نہیں۔ اسی طرح ہنگامہ گرم میں بھی علامت اضافت ہونی چاہیے تھی۔

صفحہ ۳۳ شعر ۱۳ مصرعہ اول میں مردماں کا استعمال اور ترکیب بھی اردو میں درست نہیں۔

یاں واں بجائے یہاں وہاں غیر فصیح ہے۔

لون بجائے نمک مبتذل اور بازاری لفظ ہے۔

لیوے بجائے "لے" بھی درست نہیں کیونکہ اصل مصدر لینا ہے نہ کہ لیوتا

کھڑکائے ہے کھجلائے ہے بجائے کھڑکانا اور کھجلانا ہے غیر فصیح ہے سو بجائے پس و تب بھی فصیح نہیں۔

نقشہ مشاعرہ متذکرہ رسالہ اُردو

مرزا فرحت اللہ بیگ نے ذوق کے وقت میں جس مشاعرہ کے نقشہ کا ذکر کیا تھا وہ حسب ذیل ہے اس سے اس زمانے کی نشست اور مدارج کا پتہ چلتا ہے ۔

(۱۲ - رجب ۱۲۶۱ھ کے مشاعرے میں شعرا کی نشست کا نقشہ)

[illegible]